فتراک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترا نام ہے مری ابتداء
ترا نام ہے مری انتہاء

فتراک

فتراک

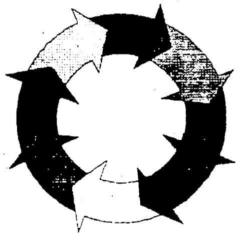
# فتراک

( شعری مجموعہ )

زیرِ اہتمام اقلیمِ ادب، حیدرآباد، آندھرا پردیش، انڈیا۔

# فراک

(شعری مجموعہ)



قدیر انصاری

کتاب کا نام : فتراک (شعری مجموعہ)
شاعر : قدیر انصاری
سنِ اشاعت : ۲۰۰۰ء ستمبر
تعداد : ایک ہزار
قیمت : ایک سو روپے =/Rs.100
(دیگر ممالک کے لیے دس ڈالر $10.00)

ترتیب : محترمہ رفعت غنی نعیم
سرِ ورق : قیصر سرمست
کمپیوٹر کمپوزنگ : جے جے کمپیوٹرس "کنجِ فاطمہ" .12-2-822/4/1 مہدی پٹنم، حیدرآباد۔
طباعت : Sri Sai Process Narayanguda
زیرِ اہتمام : ادارہ، اقلیمِ ادب، حیدرآباد۔
(یہ کتاب اردو اکیڈمی، آندھرا پردیش کے جزوی مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے۔)

کتاب ملنے کے پتے

- اقلیمِ ادب "الحرا" قاری صاحب لین، بل کالونی مہدی پٹنم حیدرآباد۔ ۲۸، آندھرا پردیش۔
- انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش، بک ڈپو، گلشنِ حبیب، حمایت نگر، حیدرآباد۔
- ادارہ ادبیاتِ اردو بک ڈپو "ایوانِ اردو" پنجہ گٹہ روڈ، حیدرآباد، انڈیا۔
- حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، چارمینار، حیدرآباد۔
- بہ مکان شاعر : .12-2-39/A/6 # سری رام نگر کالونی، مہدی پٹنم، حیدرآباد۔ ۵۰۰۰۲۸، آندھرا پردیش، انڈیا۔

# انتساب

اپنی ماں کے نام
جس کی صورت دیکھنا بھی عبادت ہے



تُو مجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دوں
کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

غالب

# فہرست

فہرست

# امتنان و تشکر

- سب سے پہلے میں اللہ کی عطا کردہ نعمت کا شکر گزار ہوں کہ اس نے میرے ہاتھوں میں قلم دیا اور حق لکھنے کی توفیق دی۔ آج اسی کے فضل و کرم سے یہ میرا شعری مجموعہ "فتراک" شائع ہوا ہے۔

میں بے حد ممنون ہوں:

- میری والدہ مرحومہ کا جو صبر آزما حالات سے گزرتے ہوئے میری تعلیم و تربیت کی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ میں اس قابل ہوا ؎

یہ مری ماں کی دعاؤں کا یقیناً ہے اثر
بیٹھنے کے کر دیا ہے چار میں قابل مجھے

- میرے خالو محترم محمد واجد علی صدیقی مرحوم کے احسانات کا اقرار کرتے ہوئے میں دعا گو ہوں کہ اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے۔
- محترم قاری محمد عبدالعلیم صاحب جن کی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔

- اپنے محترم و مشفق استاد حضرت رحمٰن جامی کا جنھوں نے مجھے ادب کی دنیا میں مقام بنانے میں رہنمائی و رہبری کی۔ ہمیشہ مجھے اپنی اولاد کی طرح چاہا۔
- محترمہ آمنہ بھابی ( بیگم حضرت رحمٰن جامی ) کا جن کی مادرانہ شفقت مجھے حاصل ہے۔
- محترم غنی نعیم صاحب لکچرار انوارالعلوم کالج کا جنھوں نے ہمیشہ میری ہمت افزائی کی مفید مشوروں سے نوازا اور "فتراک" کے لیے "نخچیرِ غزل ــــ شاعرِ فتراک" کے زیرِ عنوان مضمون لکھ کر مجھے ممنون فرمایا۔
- محترمہ رفعت غنی نعیم کا جنھوں نے اپنی گھریلو مصروفیات کے باوجود اس مجموعے کی ترتیب و تزئین کے لیے خاص طور پر وقت نکالا اور "فتراک" کی صورت گری میں نہایت اہم رول ادا فرمایا۔
- میرے محسن و مشفق جناب شہاب الدین غوری کا جنھوں نے ہمیشہ میرے شعری سفر میں ہی نہیں بلکہ زندگی کے نشیب و فراز میں میری صحیح رہنمائی و ہمت افزائی فرمائی۔
- جناب منظور الامین سابق ڈائرکٹر جنرل دور درشن کا جنھوں نے میرے مجموعہ کلام "فتراک" پر اپنی گراں قدر رائے دی۔
- محترمہ رفیعہ منظورالامین کا جنھوں نے "اظہار" کے زیرِ عنوان فتراک پر اظہارِ خیال کیا۔
- جدید لب و لہجہ کے معتبر شاعر جناب حامد مجاز کا جنھوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی اور اپنے بھائی کی طرح چاہا۔
- میرے دوست جناب جعفر جری کا جنھوں نے نہ صرف کمپیوٹر کمپوزنگ سے "فتراک" کو زینت بخشی بلکہ طباعت کی ذمہ داری بھی اپنے سر لی۔
- میرے عزیز دوست میوزک ڈائرکٹر جناب عبدالرب عارف کا ٹی وی سیریلس میں گیت لکھنے میں جن کا ساتھ رہا اور یہ ساتھ بالآخر دوستی اور محبت میں بدل گیا۔ فتراک کی اشاعت میں ان کی دل چسپی میری ہمت افزائی کا باعث بنی۔
- جناب سرتاج معانی فلم ایڈیٹر و ڈائرکٹر اسکرین پلے رائٹر ممبئی کا جن کی

عنایتوں اور مشوروں کی وجہ فلموں سے تعلق پیدا ہوا۔

- میرے کرم فرما جناب عبدالغفار خداداد کا جنھوں نے "فتراک" کی اشاعت میں مفید مشوروں سے نوازا۔

- میرے پیارے بچے فرحین عائشہ ۔ محمد عبدالمقتدر انصاری اور شاداں کا جنھوں نے قدم قدم پر میری مدد کی جن کا سلیقہ ۔خدمت میرے لئے باعث فخر ہے۔

- میری شریک حیات حنا کوثر مسرت کا جو میرے اس شعری سفر میں برابر کی شریک رہی اور میری خانہ داری کی ذمہ داریوں کو بھی اپنے سر لیا۔

- ڈاکٹر زینت ساجدہ ۔ پروفیسر سید سراج الدین ۔ جناب مصلح الدین سعدی ۔ جناب صلاح الدین نیر ۔ جناب رئیس اختر ۔ عزیز بھارتی مرحوم ۔ جناب عبدالرحیم خاں ۔ پروفیسر رحمت یوسف زئی ۔ جناب رفعت صدیقی ۔ جناب ناظرالدین ناظر ۔ محترمہ سلطانہ شرف الدین احمد ۔ جناب نجم الغازی ( فری لانس جرنلسٹ ) ۔ جناب قمر صابری ۔ ڈاکٹر محمد مجیب الدین انور ۔ جناب لطف الدین صدیقی لطیف ۔ جناب کرشنا سوامی بانو ۔ جناب سید عمادالدین رائچور ۔ جناب ظہیر بابا یار رائچور ۔ جناب رحیم رامش کاغذ نگر ۔ جناب عثمان شاہین اننت پور ۔ ڈاکٹر دل ہاشمی ۔ جناب نسیم اعجاز نسیم ۔ جناب عظمت اللہ خاں ۔ جناب جمیل شیدائی ۔ جناب منان منظور ۔ جناب محمد عبدالمقتدر خان جاوید اور احمد بھائی کا جن کا خلوص ہمیشہ میرا مددگار رہا۔

○●○

وزیر احمد انصاری

# قدیر انصاری ایک پہچان

قدیر انصاری میرے اُن شاگردوں میں سرِ فہرست ہیں جو مجھ سے بہت قریب ہیں یا یوں کہیے کہ اِن کا میرا رات دن کا ساتھ ہے اکثر مشاعروں میں ادبی جلسوں میں اور سمیناروں میں جہاں بھی مَیں مدعو رہتا ہوں یہی مجھے اپنے اسکوٹر پر لے جاتے اور لاتے ہیں اور اگر داعیانِ محفل لے جانے اور لانے کے لیے کار کا انتظام کرتے ہیں تو اس صورت میں بھی یہ شریکِ کار رہتے ہیں بہرحال ان کا ساتھ ناگزیر رہتا ہے۔ یہ اعزاز ان کو ہم محلہ ہونے کی وجہ سے بھی حاصل ہے۔ یہ چوں کہ نئے نئے بنگلوں میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اس لیے کبھی محلے سے دور بھی ہوجاتے ہیں تب بھی ان کی حاضری میں فرق نہیں آتا۔ ان کی حاضری برابر رہتی ہے اس کے علاوہ ان کے دل میں اوروں کے مقابلے میں سبقت لے جانے کا جذبہ ہمیشہ موجزن رہتا ہے۔ ان کے ہمیشہ ساتھ رہنے کی وجہ سے یا ان کی سعادت مندی اور خدمت گزاری کی وجہ سے اگر کسی کو یہ غلط فہمی ہوجائے کہ قدیر انصاری رحمن جامی کے شاگرد نہیں بلکہ پسر ہیں تو غلط نہیں ہے۔ اس

بات پر ایک واقعہ یاد آیا ۔ آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد کی جانب سے ایک ایسا یادگار مشاعرہ حیدرآباد کے مشہور تاریخی آڈیٹوریم رویندرا بھارتی میں ترتیب دیا گیا تھا جس میں اکثر مشہور شعرا کے شاعر بیٹوں اور شاعرات بیٹیوں نے حصہ لیا تھا اس مشاعرے میں قدیر انصاری بھی شامل تھے ۔ اس مشاعرے کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں اساتذہ اور سینیر شعرا کو سامعین کی حیثیت سے مدعو کیا گیا تھا ۔ مَیں پہلی صف میں بیٹھا تھا میرے پیچھے کی صفوں میں دیگر سینیر شعرا اور اساتذہ جن میں سعید شہیدی ، اوج یعقوبی ، تاج مہجور ، عزیز النساء صبا اور ان کے شوہر احسان اللہ وغیرہ تشریف فرما تھے ۔ سعید شہیدی ، اوج یعقوبی اور عزیز النساء صبا کی لڑکیوں نے بہ حیثیت شاعرات حصہ لیا تھا جب کہ تاج مہجور اور دیگر شعرا کے لڑکوں نے بہ حیثیت شاعر کلام سنایا تھا جب قدیر انصاری مائیک پر آئے اور اپنا کلام پیش کیا تو عزیز النساء صبا کے شوہر احسان اللہ نے بڑے باوثوق لہجے میں کہا " یہ رحمٰن جامی کا لڑکا ہے " کیوں کہ قدیر انصاری کا اسٹائیل اور کلام سنانے کا انداز اور لب ولہجہ کی گھن گرج بالکل رحمٰن جامی کی سی ہے ۔ اس بات پر تاج مہجور نے کچھ تشکیک کا اظہار کیا کہ لہجہ اور اسٹائیل تو مانا بالکل رحمٰن جامی کا ہے لیکن اس کا اتنا بڑا لڑکا نہیں ہوسکتا ۔ ( اطلاعاً عرض ہے کہ جو بھی شاعر یا شاعرہ مائیک پر آتا یا آتی اس کے بارے میں قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں کہ یہ فلاں کا بیٹا یا بیٹی ہے ) مشاعرے کے اختتام پر ان لوگوں سے سامنا ہوا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کے بیٹے نے اس مشاعرے میں بالکل آپ ہی کے اسٹائیل میں کلام سنایا اور مشاعرہ لوٹ لیا ( اور یہ حقیقت تھی کہ مشاعرہ قدیر انصاری ہی نے لوٹا تھا ) اس پر مَیں نے پوچھا آپ لوگ میرے کس بیٹے کا ذکر کر رہے ہیں جب کہ اس مشاعرے مَیں میرے تین تین بیٹوں نے کلام سنایا ہے ( یعنی حمید الدین ساغر ، نسیم اعجاز نسیم اور قدیر انصاری تینوں شاگردوں نے اچھی خاصی داد بٹوری تھی اور یہ بھی درست ہے کہ مشاعرہ قدیر انصاری ہی نے لوٹا تھا اور یہ بھی درست ہے کہ شاگرد اولادِ معنوی ہی تو ہوتے ہیں ) میرا جواب سن کر سب کے سب حیرت زدہ رہ گئے دراصل قدیر انصاری کا معاملہ یہ ہے کہ

بہ قولِ خود ؎

هم میں خوشبو تری آئی ہے تو حیرت کیوں ہے
هم یقیناً تری بو باس سے گزرے ہوں گے

جن احباب کا یہ خیال ہے وہ بالکل سچ ہے کہ قدیر انصاری نے رات دن رحمٰن جامی کے ساتھ رہ کر رحمٰن جامی کی شعری خصوصیات کے علاوہ رحمٰن جامی کی حرکات و سکنات کو بھی اپنا لیا ہے اور سچا شاگرد ہونے کا مجسم ثبوت ہے۔

جس طرح قدیر انصاری، رحمٰن جامی کے قریب ہیں اسی طرح رحمٰن جامی کے قریبی دوستوں غنی نعیم، معین رازی، سید ناظرالدین ناظر، مصلح الدین سعدی، حامد مجاز، ڈاکٹر رحمت یوسف زئی (اور ایسے کئی نام) وغیرہ سے بھی قریب ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سارے احباب بھی قدیر کو بے حد عزیز رکھتے ہیں۔ اسی طرح قدیر انصاری واحد شاگرد ہیں جو فردِ خاندان کی سی حیثیت رکھتے ہیں اور رحمٰن جامی کے سارے رشتہ داروں میں یکساں مقبول و معتبر ہیں۔

ویسے قدیر انصاری ادبی دنیا میں محتاجِ تعارف نہیں ہے بلکہ بے حد مشہور و مقبول شاعر ہیں ہندوپاک کے مختلف ادبی رسائل و اخبارات میں ان کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ حیدرآباد اور حیدرآباد سے باہر کے مشاعروں میں شرکت کرتے رہتے ہیں۔ کل ہند مشاعرے بھی پڑھ چکے ہیں۔ دوردرشن اور آل انڈیا ریڈیو سے کلام نشر ہوتا رہتا ہے۔ حیدرآباد اور اضلاع سے مختلف ادبی ایوارڈ بھی پا چکے ہیں۔ جس کی تشہیر انھیں پسند نہیں۔ شہرِ سخن حیدرآباد کی مختلف ادبی انجمنوں سے وابستہ ہیں۔ مثلاً مشہور و مقبول ادبی انجمن ادارہ اقلیمِ ادب کے معتمد ہیں جس کے بانیوں میں راقم الحروف کے علاوہ مرحوم ایس۔ ٹی۔ ایم۔ عاصم (شارٹ اسٹوری رائیٹر، مشہور منجم۔ پیشن گو) غنی نعیم (انوارالعلوم کالج) مصلح الدین سعدی، حامد مجاز، جمیل شیدائی، مضطر مجاز، ڈاکٹر رحمت یوسف زئی اور جس کے سرپرستوں میں ڈاکٹر زینت ساجدہ، ڈاکٹر حسینی شاہد اور پروفیسر سراج الدین جیسی قابلِ فخر ہستیاں رہی ہیں۔ اس

ادارے نے ہندو پاک کے بڑے بڑے شاعروں ادیبوں نقادوں اور دانشوروں کو بلا کر سامعین و حاضرین کی موجودگی میں براہ راست اور بہ نفسِ نفیس ان کے انٹرویوز پیش کیے جو نہایت مقبول ہوئے۔ جو دانشور اقلیمِ ادب میں تشریف لائے ان میں کچھ نام جو مجھے اس وقت یاد آرہے ہیں یہ ہیں:

خواجہ احمد عباس، عصمت چغتائی، ڈاکٹر راہی معصوم رضا، ڈاکٹر سید مجاور حسین رضوی، ڈاکٹر گیان چند جین، ڈاکٹر شیام لعل کالڑا عابد پشاوری، پروفیسر شہریار، علی سردار جعفری، اوج یعقوبی، رفیعہ منظور الامین، جیلانی بانو، پاکستان کے جمیل جالبی، خورشید علی خان، سید فصیح الدین، قاری حبیب الدین ان کے علاوہ حیدرآباد کے مشہور آرٹسٹ سعید بن محمد نقش، شاذ تمکنت، راشد آزر اور حیدرآباد کے دیگر مشہور و معروف شعرا وغیرہ وغیرہ۔۔۔ ایک اور کارکرد ادبی انجمن " مرکزِ ادب " کے بھی معتمدِ عمومی ہیں۔ جس کے بانیوں میں ایس۔ ٹی۔ ایم۔ عاصم مرحوم اور عزیز بھارتی مرحوم تھے۔ "بزمِ رنگ و نور" کے معتمد ہیں جو دراصل ایک سماجی اور تہذیبی ادارہ ہے۔ جس کے تحت فلم، موسیقی، مصوری، رقص اور دیگر فنون کی پیش کشی عمل میں لائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں " بزمِ تحقیق " کے معتمد ہیں جس کے ذریعے ریسرچ اسکالرس کی مدد اور رہنمائی کی جاتی ہے اور پھر " ادارہ ٔ ذہنِ جدید " کے نائب صدر ہیں جس کے ذریعے نئے ادیبوں اور شاعروں کی ہمت افزائی کی جاتی ہے اور آخر میں اس قدیم اور تاریخی ادارے کا ذکر ضروری ہے جس کا نام " اردو مجلس " ہے جس کے سرپرستوں میں ڈاکٹر زینت ساجدہ، ڈاکٹر حسینی شاہد اور صدور میں رحمٰن جامی بھی شامل رہے ہیں اور قدیر انصاری اس کے معتمد رہے۔

قدیر انصاری نے ٹی۔ وی۔ سیریلس میں گیت بھی لکھے اور رائٹر ڈائرکٹر سرتاج معانی مقیم ممبئی ( جو میرے شاگرد بھی ہوتے ہیں ) کی ایک سیریل میں مشہور گانوں کی پیروڈیز بھی لکھیں جو مشہور اداکاروں پر فلمائی گئیں۔

قدیر انصاری یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء میں حیدرآباد کے ایک مذہبی گھرانے میں مولوی

محمد عبدالعزیز انصاری کے گھر پیدا ہوئے۔ والد نے ان کا نام محمد عبدالقدیر انصاری رکھا۔ ان کے والد فارسی و اردو پر عبور رکھتے تھے جس کے نتیجے میں شاعری کا اعلیٰ ذوق ان کے حصے میں آیا۔ انھیں کیا پتہ تھا ان کے ذوق کی تکمیل ان کا لڑکا کرے گا اور بڑا ہوکر نامی گرامی شاعر بنے گا اور بہ نفسِ نفیس شعر و ادب کی خدمت کر کے اجداد کا نام روشن کرے گا۔ افسوس کے ان کے والد کا سایہ قدیرانصاری کی کم عمری ہی میں اٹھ گیا۔ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو اپنے بیٹے کو ایک ہونہار شاعر کی حیثیت سے دیکھ کر یقیناً بہت خوش ہوتے۔ ابھی قدیر انصاری چھٹی جماعت کے طالبِ علم تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا تو نانا کی سرپرستی حاصل ہوئی۔ لیکن کچھ ہی دنوں میں وہ اس سایے سے بھی محروم ہوگئے۔ نانا کے انتقال کے بعد والدہ نے پڑھا لکھا کر بڑا کیا اور بہو لانے کا ارمان بھی پورا کیا۔ بچپن میں تلنگانہ کے گاؤں میں اکثر اسکول کی چھٹیاں گزارتے اور اپنے رشتے کے بھائی بہنوں کے ساتھ کھیتوں کھلیانوں میں ادھم مچاتے ندی میں نہاتے شرط بدھ کر پیراکی کے مظاہرے کرتے ندی کنارے دوڑتے بھاگتے شرارتیں کرتے ہم عمروں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ستاتے اور پھر روٹھے ہوؤں کو منا بھی لیتے۔ بچپن ہی سے قدرتی مناظر سے رغبت رہی راتوں میں چاندنی راتوں کا لطف اٹھانا تارے گننا، صبح صادق کو چڑیوں کی چہکار سے دل بہلانا، فجر کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب کا نظارہ کرنا اور سرِ شام ڈوبتے سورج کو دیکھ کر یہ سوچنا کے سورج رات بھر کہاں غائب رہتا ہے۔ اور پرندے شام ہوتے ہی اپنے آشیانوں کو کیوں لوٹ آتے ہیں۔ یہ تو معلوم تھا کہ ساری کائنات کو چلانے والی صرف اور صرف ایک اللہ ہی کی ذات ہے تو پردے میں کیوں چھپی ہے۔ عیاں کیوں نہیں ہے۔ بچپن کی ان ساری سوچوں نے آخر کار قدیر انصاری کو شاعر بنا کر چھوڑا۔

چوں کہ شاعر کو بالخصوص اردو کے شاعر کو زندہ رہنے کے لیے اور اپنے متعلقین کی ضروریات کی تکمیل کے لیے شاعری سے ہٹ کر بھی کچھ کام کرنا پڑتا ہے تو قدیر انصاری بی۔ ایس۔ سی کرنے کے بعد ایک معروف کیمیکل کمپنی میں انالیٹیکل کیمسٹ

کی حیثیت سے کام کیا بعد ازاں ایک مشہور تعمیراتی کمپنی غوری کنسٹرکشنس میں سوپروائزر ہیں ۔ " فتراک " قدیر انصاری کا اولین مجموعہ ، کلام ہے ۔ میری تمنّا اور دعا ہے کہ اس کے بعد ان کے اور بھی مجموعے شائع ہوں اور سندِ مقبولیت حاصل کریں ۔

رحمٰن جامی
" الحرا " قاری صاحب لین ، ہل کالونی ،
مہدی پٹنم ، حیدرآباد - 28 ، انڈیا ۔

# نخچیرِ غزل ــ شاعرِ فتراک

میر کے شعرِ شور انگیز، غالب کی نوائے سروش، حسرت کا شیوۂ عاشقانہ، جگر کا نعرۂ مستانہ، اقبال کی فکر عارفانہ، فیض اور مخدوم کا طرز بے باکانہ، ساحر کا ترانہ اور عہدِ حاضر کے شعرا کی روایتوں سے روشِ باغیانہ اردو غزل کے ارتقاء میں فکری مدارج کا اظہار ہیں۔ ان تمام منازل کے طویل سفر میں زادِ راہ دلی جذبات کی پیش کشی رہا ہے۔ اظہار کے طریقے بدلتے رہے۔ شعرا اپنی فکر کی جولانی کو لفظی پیرہن سلیقے اور قرینے سے زمانے کے تقاضے اور وقت کے مطالبے کے مطابق دیتے چلے آرہے ہیں۔ آج اردو زبان اپنی تمام آن بان کے ساتھ نثر میں عموماً اور شاعری میں خصوصاً اپنے بانکپن بالخصوص غزل کی بہ دولت عوام میں مقبول ہے اردو زبان و ادب کے بارے میں دور حاضر کے بعض نام نہاد دانش ور اور جامعیاتِ اردو کی بعض بد خواہ قد آور شخصیتیں اردو کی بقا کا مسئلہ روز گار سے مربوط نہ ہونے کی وجہ اردو زبان کی عمر اُن کے خیال میں محض

پچاس برس اور رہ گئی ہے ۔ ان تمام سے بغیر کسی معذرت خواہی کے یہ اعلان کرنا ضروری ہے کہ جب تک سینوں میں دل دھڑکتے رہیں گے نبضوں کی حرکت جاری و ساری رہے گی ۔ جذبات مچلتے رہیں گے ، احساس کے آب گینوں کی خاموش صدائے شکستگی اور آئینہ ، دل کی کرچیاں چبھن دیتی رہیں گی ۔ " انگلیاں فگار اور خامہ خونچکاں " رہے گا ۔ جس کا اظہار غزل کے ذریعے ہوگا اور غزل اردو زبان کی بقا کا ایک اہم وسیلہ بنی رہے گی ۔ اردو شعروادب اب تحریکوں کی بیساکھیوں کے بغیر سرگرمِ سفر ہے ۔ انسانی زندگی مسائل کے پنجہ ، آہنی میں جکڑی ہوئی ہے ۔ نفسیات انسانی کی پیچیدگیاں ہیں ۔ جذبات عشق اور حسن کی جلوہ فرمائیاں اظہار کے لیے بےقرار ہیں ۔ ان جذبات کے ذرائع اظہار غزل ، گیت اور مکالمے ہیں ۔ شہر ہو کہ دیہات ، فائیو اسٹار ہوٹل ہو کہ پان گھر میں ، کسی موٹر کار میں یا آٹو رکشہ میں ٹیپ ریکارڈر پر مدھر سنگیت میں غزل قوالی بھجن گیت سنتے ہوئے آج کا انسان اپنے ذہنی تناؤ کو دور کرتا ہے ۔ عوام کی اکثریت غزل یا " گجل " سننے کے لیے فطری طور پر مجبور ہے ۔ کیوں کہ انسانی جسم کی ساخت اور تشکیل میں دل کی دھڑکن نبض کی حرکت اور خون کی روانی موسیقی کی لَے لیے ہوئے ہے ۔ ہماری فلم انڈسٹری میں فلموں کے ٹائٹل تو ہندی میں لکھے جاتے ہیں ۔ لیکن فلمی کہانی نویسوں ، نغمہ نگاروں ، مکالمہ نویسوں اور فن کاروں نے سیاسی مخالفتوں اور منصوبہ بند اردو دشمنی کے باوجود اردو زبان کو ہندستان کی ہی نہیں بلکہ عالمی زبان کا درجہ دلادیا ہے ۔ اردو زبان و ادب سے متعلقہ سازشوں اور مخالفتوں کے باوجود ابوالکلام آزاد اردو یونیورسٹی کے قیام سے فضا ساز گار ہورہی ہے اور اردو زبان کی بقا کی ضمانت کا معتبر ذریعہ بن رہی ہے ۔ انسانی جذبات رنج و غم وصل و فراق کی دلی کیفیات کی مظہر غزل ہے ۔ موزوں طبیعت ، فطری صلاحیت کے حامل ہستیاں جنھیں قدرت نے اظہار کا سلیقہ عطا کیا ہے غزل پر اپنی توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں ۔ نوجوان نسل کے شعرا کی طویل فہرست میں ایک معتبر نام قدیر انصاری کا ہے ۔ جو حیدرآباد گہوارہ ، ادب بلکہ اردو زبان کے اہم مرکز کی

کئی ادبی انجمنوں کے روح رواں ہیں ۔ مشاعروں کے سنجیدہ ناظم ادبی اجلاسوں کے باسلیقہ منتظم ہیں ۔ قدیر انصاری فطرتاً خوددار اور منکسر المزاج ہیں ۔ انصاری ہونے کے ناتے ہر ایک کی مدد میں پیش پیش رہنا ان کے کردار کا نمایاں وصف ہے ۔ فطری انکساری اور ملنساری کی وجہ حیدرآباد کی ادبی دنیا میں ان کے دوستوں کی بہتات ہے تو مخالفوں کی بھی کمی نہیں ہے ۔ ( یہ اردو دنیا کا المیہ ہے کہ وہ روایتی شریفانہ ادبی چشمکیں اب اس قدر زوال پذیر ہو چکی ہیں کہ شر اور آفت بن گئی ہیں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنا اور کیچڑ اچھالنا معمول بن گیا ہے ) ۔

قدیر انصاری نے پندرہ برس کی عمر سے شعر گوئی کا آغاز کیا ۔ ان کی شاعرانہ صلاحیت کو ان کے ذوقِ شعری کے فطری میلان نے پروان چڑھایا ، زمانہ ، طالب علمی سے عمدہ اشعار کے انتخاب کے لیے ان کی اپنی پسندیدہ اشعار کی بیاض تھی اور اس کے ساتھ ان کا غیر معمولی حافظہ تھا ۔ اساتذہ کے منتخب اشعار کے اس حافظ نے غالب کے اس خیال کی تردید کی کہ ؎

" کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے "

کیوں کہ انتخابِ شعر نے اسے شاعر بنا کر مشہور کر دیا ۔ خفتہء شاعرانہ صلاحیتیں بیدار ہونے لگیں ، فطرت نے رہنمائی کی جذبات شعر کے پیکر میں ڈھلتے گئے اور قدیر نے غزل پر اپنی فکر کو مرکوز کیا ۔

قدیر انصاری کی خوش بختی رہی کہ انھیں ہندو پاک کے استاد شاعر جناب رحمٰن جامی سے رجوع ہونے کا موقع نصیب ہوا ۔ استاد جامی نے نوجوان شاعر کے کلام کو دیکھا شاعرانہ صلاحیتوں کو پرکھا اور اپنا شاگرد بنایا یوں تو جناب رحمٰن جامی کے شاگردوں کی فہرست طویل ہے اور اب ان کی اکثریت " صاحب دیوان " ہو چکی ہے ۔ جن کے مجموعہء کلام شائع ہو کر ادبی حلقوں میں اپنا اعتبار قائم کر چکے ہیں ۔ جناب رحمٰن جامی اپنے شاگردوں کی تربیتِ ذہنی میں بہت سخت گیر ہیں ۔ ان کا یہ وصفِ خاص ہے کہ وہ رموزِ

شاعری سے شاگردوں کو واقف کرواتے ہوئے ان کے اشعار پر خود اصلاح نہیں دیتے بلکہ اسقام شعر کی نشان دہی کرتے ہوئے شاگردوں سے سقمِ شعر دور کرانے کی مسلسل مشق کراتے ہوئے شعر کو شعر بنانے میں ان کے رہنما ہوتے ہیں۔ ان صبر آزما مرحلوں اور منزلوں سے گزرنے والوں میں قدیر انصاری بھی ہیں۔ جو اپنی فطری شاعرانہ صلاحیتوں اور رموز شاعری سے شعوری واقف ہوتے ہوئے استاد محترم کے فیضان اور تربیت سے مکمل طور پر استفادہ کیا۔ اسی لیے قدیر انصاری کی شاعری میں شاعرانہ محاسن پائے جاتے ہیں۔

قدیر انصاری بنیادی طور پر اور فطرتاً غزل کے شاعر ہیں انھوں نے روایتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حمد اور نعتیں لکھنے کی سعادت بھی حاصل کی۔ نظمیں بھی موزوں کیں۔ لیکن زیرِ نظر مجموعہ، کلام میں غزل کے اشعار قاری کو اپنی گرفت میں لیتے ہیں۔ قدیر کسی بھی "ازم" کے قائل نظر نہیں آتے ہیں۔ وہ ایک با عمل شخصیت اور ذمہ دار صدر خاندان ہیں۔ ایک Construction Company میں سوپروائزر ہیں۔ اینٹ گارے، سمنٹ پتھر اور لوہے کے حساب کتاب میں دن مصروف عمارتوں کو بنتا دیکھتے ہیں۔ اس فن لطیف کی جمالیات سے آئے دن اپنے خیال و نظر میں حسن و جمال کے تصورات اور نقش و نگار کو گہرا رنگ دیتے رہتے ہیں۔ ان تعمیری سرگرمیوں میں ان کی شاعرانہ فکر ان کی تخلیقی صلاحیتیں جذبے سے ہم آہنگ ہوکر شعری پیکر اختیار کرلیتی ہیں۔ اور قدیر بہ آسانی صاحبانِ ذوق کو "فتراک" میں نخچیر بنالیتے ہیں۔

قدیر انصاری کا مسلک انسانیت ہے۔ حسب نسب کا غرور رنگ و نسل کا امتیاز انھیں روحِ اسلام کے خلاف محسوس ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ اس اظہار پر خود کو مجبور پاتے ہیں کہ ؎

زعم اس شخص کو نسب کا ہے
آسرا مجھ کو میرے رب کا ہے

قدیر کا یہ احساس ان کے اس یقین کی وجہ ہے کہ ؎

اللہ کا کلامِ حکیمانہ مِل گیا
اچھے بُرے کی قدر کا پیمانہ مِل گیا

کلامِ حکیمانہ کے پیمانے کے قاسم ساقیِ کوثر کا سہارا پاکر اس نے اس راز کا اعلان کیا اور انسانوں کو صراطِ مستقیم یوں دکھلائی کہ ؎

محمدؐ کا رستہ ہی رستہ کھرا ہے
محمدؐ کی مرضی رضائے خدا ہے
محمدؐ کی ایک اک ہدایت میں لوگو
خدا تک پہنچنے کا رستہ چھپا ہے

قدیر کی غزلوں میں بعض اشعار ایسے بھی ملتے ہیں جو ایک قاری کو احساس دلاتے ہیں کہ فکر شاعر میں تصوف کی آمیزش ہو ہی جاتی ہے۔ خودی کا مسافر خدا رسا ہو جاتا ہے۔ خود شناسی سے خدا شناسی از خود حاصل ہوتی ہے۔ کثرت میں وحدت کی جلوہ فرمائی کا مشاہدہ شاعر کا دل بینا دیکھتا ہے۔ تنہائی میں لطف انجمن حاصل کرتا ہے۔ اور اس طرح شاعر کی اس تعریف کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ وہ "تلمیذ الرحمن" ہوتا ہے۔ قدیر کی فکر میں ان عناصر کی جلوہ نمائی دیکھیے۔ ؎

جب تجھے مَیں نے بہ انداز تماشا دیکھا
گویا آئینے میں خود اپنا سراپا دیکھا

اسی غزل کا ایک اور شعر:

ہے جگہ کونسی خالی ترے جلوے کے بغیر
میں نے ہر شئے میں ترا حسن سراپا دیکھا

حیرت ہوتی ہے کہ اس نوجوان شاعر کی فکر کی رسائی نہ جانے کیسے اور کیوں کر اس مقامِ حیرت تک ہوئی جہاں ؎

اب جدھر دیکھو اُدھر عالمِ تنہائی ہے
آج ہر اہلِ نظر خود ہی تماشائی ہے

قدیر لاکھ انکساری سے کام لیں لیکن باکمال ہونے کا اور مقامِ خاص پر فائز ہونے کا اظہار از خود ہو جاتا ہے۔ بے خودی اور بے اختیاری کے عالم میں راز یوں فاش ہوتا ہے کہ ؎

ہم اہلِ صفا شرع کی تکمیل سے پہلے
ہر ایک سے اظہار تصوف نہیں کرتے

قدیر کی غزل کے اشعار کی تہہ داری ایک قاری کو غالب کا ہم خیال بناتی ہے کہ ؎

ہر چند ہو مشاہدہء حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

قدیر بادہ و ساغر کے پردے میں "منصور" محسوس ہوتے ہیں:

کچھ تو رشتہ ہے درمیاں اپنے
لوگ ہم کو جدا نہیں کہتے

"یافت" اور "بازیافت" کی راہ دشوار کو ہموار یوں کیا کہ ؎

جھانکو تو قدیر اپنے ہی اندر اسے ڈھونڈو
وہ دل میں تمھارے ہے، رگِ جاں کے قریں ہے

مزید تسکین یوں حاصل کرتا ہے کہ

رو بہ رو آئینے کے جاتا ہوں
خود کو میں خود سے لاملاتا ہوں

تو آئینہ سوالی بن جاتا ہے۔

آئینہ پوچھتا ہے مجھ سے قدیر
کون دل میں مرے سمایا ہے

اہلِ نظر ہوتے ہوئے بھی جلوہء یار کی نیرنگیاں اسے پشیمان بنا دیتی ہیں۔

قدیر اپنی نظر پر ہیں پشیماں
وہ ملتے ہیں تو پردہ درمیاں ہے

اس کے باوجود اسے اپنے جذبہء دید پر اس قدر اعتماد ہے کہ مدعی بن کر خود کہتا ہے

بھروسہ ہے اپنی نگاہوں پہ مجھ کو
ذرا اپنا جلوہ دکھا کر تو دیکھو

قدیر حسرت کی طرح "حسنِ بے پروا" کو اظہارِ تمنا پر خود بین و خود آرا بناتے ہوئے اپنی عظمتِ عشق کا اعلان کرتے ہیں کہ

اُن کو اپنے حسن کا اندازہ کب تھا اے قدیر
میرے شعروں سے انھیں خود آگہی ہونے لگی

قدیر کو اپنے حسنِ نظر کا احساس ہے کیوں کہ حُسن کی کوئی مجرد تعریف نہیں ہو سکتی۔ دیکھنے والی آنکھ ہی میں حُسن ہوتا ہے۔ وہ اپنے بے باکانہ اظہار سے حُسن کو للکارتا ہے۔

حسنِ نظر ہمارا ہی تھا تم جو بھا گئے
ورنہ تمھارے حُسن میں جادو گری نہ تھی

تقدیسِ وفا اور فیضِ عشق کا اظہار قدیر نے تیکھے انداز میں کیا ہے کہتے ہیں کہ

پھول سے چاند سے سورج سے صبا سے پہلے
حسن کب حسن تھا اک میری وفا سے پہلے

حسنِ بے پروا کو خود آشنا قدیر نے یوں بنایا کہ

میری غزل کا فیض ہے پہچاننے لگے
ورنہ وہ اپنے آپ سے بھی آشنا نہ تھے

قدیر چھوٹی بحر کی غزلوں میں بہت ہی کامیاب رہے ہیں اور عمدہ شعر کہے ہیں جن میں کیفیت کے ساتھ کیف بھی ہے مثلاً

دن گزرتا نظر نہیں آتا اُن کا وعدہ جو آج شب کا ہے

شب کا وعدہء معشوق غالباً بہ وجہ شرم و حیا پورا نہ ہوسکا تو وعدہء دگر بھی ہوا کہ

اُن کا وعدہ ہے صبح ملنے کا
میرے رستے میں اڑ گئی ہے رات

راہ میں رات کا اڑجانا گویا اپنی تیرہ بختی کا شدید احساس ہے اور وعدہ ٔ معشوق پر حرف گیری منظور نہیں ہے۔ گو کہ حسنِ ستم پیشہ کو جفائیں ہی منظور ہیں آس اور نراس کی صلیب پر شاعر کا احساس ہے:

آپ کرتے ہیں آس کی باتیں
روز خانہ خراب کرتے ہیں

قدیرؔ کی حوصلہ مندی کی تعریف ہو ہی نہیں سکتی جب وہ اس بات پر یقینِ محکم رکھتے ہیں کہ

طوفاں سے قدیرؔ اپنی
دیرینہ رفاقت ہے

اس شعر کی خوبی رعایتِ لفظی صاحبانِ ذوق کے لیے خاصہ کی چیز ہے۔
ایک اور خوب صورت شعر ملاحظہ کیجیے۔

منزلِ عشق کے مسافر سے
پوچھیے کیا سراب کی باتیں

سماجی جکڑ بندیوں کے باوجود بھی شاعر حضورِ یار میں باریاب ہونے اور حالِ دل سنانے کے جو ذریعے استعمال کرتا ہے اس کی داد دیجیے۔

مَیں تم سے بات کرنے انہیں میں چھپ کے آیا ہوں
تمھاری میز پر اردو ادب کے جو رسالے ہیں

یا

بگاڑے گا بھلا بپرا زمانہ ہم پہ کیا اے دوست
ترے گھر پر بھی آئیں گے یونہی چھپ کر رسالوں میں

قدیرؔ کے کلام میں اساتذہ ٔ سخن سے سود مندی اور استفادے کا اثر بھی نظر آتا ہے میرؔ کی میری سے قدیرؔ کی امارت کا اندازہ کیجیے طرزِ میرؔ کی اس غزل کے اشعار باذوق قاری کو داد دینے پر مجبور کرتے ہیں ملاحظہ کیجیے۔

جوں توں کر کے دن تو گزرا کیوں کر گزرے رات کہو
دل کو مرے آرام ملے کچھ ایسی کوئی بات کہو

قدیر کا تصورِ غزل ان کی اس غزل میں حقیقت کا رنگ اور مکمل معنویت لیے ہوئے ہے ۔

ان سے جی بھر کے باتیں کریں گے قدیر
گفتگو کے لیے ہی بنی ہے غزل

غزل کی مقبولیت پر قدیر گہری نظر رکھتے ہیں ۔

میکدے میں تو جادو جگاتی ہے یہ
خانقاہوں میں بھی جھومتی ہے غزل
کردیا رو بہ رو آئینے کے انھیں
ان کے آگے جو میں نے پڑھی ہے غزل

غزل برائے غزل قدیر کو منظور نہیں وہ عصری حسیت کے ساتھ مسائل کے دام میں گرفتار تڑپتی زندگی کو پیش کرنے میں بھی کامیاب ہیں کہتے ہیں کہ ۔

دانے دانے کے لیے پھرتے ہیں دن بھر ہم سب
پھر پرندوں کی طرح شام کو گھر جاتے ہیں

عصرِ حاضر کی خود غرض زندگی کا درد انگیز نظارہ قدیر کی نظروں سے دیکھیے ۔

مکینوں کا نہیں آپس میں رشتہ
مری بستی میں اک ایسا مکاں ہے

اسی لیے اس حساس شاعر کو ۔

شام ہوتے ہی سوالوں کی طرح گھیر لیتی ہیں کئی پرچھائیاں

ان پرچھائیوں کو دیکھ کر اس کو زندگی کی دو رنگی عجیب معلوم ہوتی ہے ۔

یہ ہنساتی بھی ہے رلاتی بھی
زندگی بھی عجیب ہے یارو

قدیرؔ نرا شاعر ہی نہیں بلکہ سماج کا ایک ذمے دار فرد بھی ہے۔ اس لیے وہ کہتا ہے کہ

گھر کی جو کفالت ہے یہ بھی تو عبادت ہے

فانی نے زندگی کے معمہ کو دیوانے کا خواب سمجھا۔ لیکن قدیرؔ کا حوصلہ دیکھیے ؎

زندگی ایک معمہ ہے قدیرؔ
اس کا ہر حال میں حل لکھوں گا

قدیرؔ انصاری کے مجموعہ ءِ کلام کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ احساس بہت ہی خوش کُن ہے کہ قدیرؔ نے خود احتسابی سے بہ کمالِ ہوش مندی اپنا شعری مجموعہ ترتیب دیا ہے۔ اس بات کا سلیقہ تو انھیں ہے کہ ؎

پہنا کے غم کو لفظ کا جامہ قدیرؔ آج
کاغذ پہ اپنا خونِ جگر دیکھتا ہوں مَیں

خونِ جگر سے کشتِ فکر کی آبیاری نے اس شعری مجموعہ کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے اس مجموعہ ءِ کلام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں شامل تمام غزلوں میں ایک ایک دو دو شعر دل پر گہرا نقش چھوڑتے ہیں۔

قدیرؔ انصاری کی تخلیقات کا یہ نقشِ اول ہے اور مجھے امید ہے کہ ان کی فکرِ شعر خونِ جگر سے لالہ زار ہوتی رہے گی اور نقشِ ثانی اور دیگر کئی نقوش سرمایہ ءِ شعری میں اضافے کا سبب بنیں گے۔

مجھے یقین ہے کہ " فتراک " شعر کا ذوقِ صحیح رکھنے والے حلقوں میں کمیت و کیفیت کے باعث پسند کیا جائے گا۔

غنی نعیم
لکچرار، انوار العلوم کالج،
حیدرآباد، انڈیا۔

# گفتار

بعض لوگ کہتے ہیں "غزل" گھسی پٹی صنفِ سخن ہے بعض کہتے ہیں غزل ایک دلدل ہے جس میں گر جاؤ تو اس میں سے نکلا نہیں جا سکتا لیکن راقم الحروف جس بات سے متفق ہے وہ اردو کے ایک معتبر نقاد کی بات ہے وہ یہ کہ غزل اردو شاعری کی آبرو ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا ہے بمضامین کے اعتبار سے غزل جیسی تنوعِ کوئی اور صنفِ سخن نہیں، تنوع یوں کہ غزل خندہ ء گُل ہے، خزاں کا مرثیہ ہے، دستِ بہار کا لمس ہے، جلوہ گہہ ء ناز ہے، شمع شبستاں ہے، بادہ ء گلفام ہے، ردائے صوفی ہے، ہستی و عدم کا نغمہ، زیر و بم ہے، ابروئے **خوباں کا** بانکپن ہے حدیثِ طرہ ء گیسوئے دوست ہے اور ... اور بھی بہت کچھ ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ کے خالق قدیر انصاری اردو کی اسی صنف یعنی غزل کے مزاج دان ہیں۔ غزل کے نخروں کو وہ خوب سمجھتے ہیں اس کے تیور کو اس کی اداؤں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ قدیر غزل کے ناز و انداز اٹھاتے ہیں۔ اس کے گیسوؤں کو سنوارتے ہیں۔

غزل کی آنکھوں میں وہ نرم و ملائم الفاظ کا کاجل لگاتے ہیں ۔ غزل کے رخساروں پر وہ پُر اثر استعاروں کا غازہ مَل دیتے ہیں ۔ غزل کی نوک پلک سنوارنے کے لیے وہ موثر طرزِ بیان اختیار کرتے ہیں ۔ زبان کے روز مرہ کو صفائی سے اور محاوروں کو چابک دستی سے برتتے ہیں ۔

قدیر کی غزل داخلیت سے عبارت ہے وہ کسی فکر کو اپنے اوپر مسلط نہیں کرتے ان کے لہجے میں دھیما پن ہے جیسے کہیں آگ آہستہ آہستہ سلگ رہی ہو :

" ان کا چہرہ درپن درپن / روشن روشن مدھم مدھم / سادگی سادگی سادگی سادگی "

لفظوں کی تکرار سے وہ ایک سماں پیدا کر دیتے ہیں ۔ وہ جذبے کے شاعر ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں آمد ہے آورد نہیں ، کئی بار ایسا لگتا ہے جیسے وہ شعر نہ کہہ رہے ہوں بلکہ محبوب سے باتیں کر رہے ہوں ۔

دلِ شاعر بڑا حساس ہوا کرتا ہے
ٹوٹ جائے نہ کہیں اس کو سنبھالے رکھنا

قدیر کو اس بات کا احساس ہے کہ گفتگو کے لیے ہی بنی ہے غزل ، اسی سبب سے ان کے اشعار میں گفتگو کی سادگی اور باتوں کی روانی ملتی ہے وہ بات میں سے بات نکالتے ہیں ان کے اشعار میں " از دل خیزد بر دل ریزد ، والی کیفیت ہے مطلب دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ۔

ان کا قلم سماج کے عیبوں کا نشتر ہے وہ معاشرے کی برائیوں کا ، خامیوں کا پردہ چاک کر دیتے ہیں ۔ یہ کہہ کر کہ ___ جسموں پہ سارے لوگوں کے جھوٹا لباس ہے ، یا آج کیا ہے جو بکتا نہیں ، بس خریدار ہی چاہیے ۔

سادگی و پُرکاری کی مثالیں ان کے کلام میں بے شمار ہیں ۔

خدا جانے سکوں میرا کہاں ہے — یہاں تو ہر قدم پر امتحاں ہے

سب سے تو مل چکے ہیں ذرا خود سے بھی ملیں

آنچل کا ڈھلکنا بھی موسم کی شرارت ہے

قدیر نے نظمیں بھی کہی ہیں اور ترائیلے بھی ان کی نظم " تخلیق " تخلیقی ادب کی اچھی مثال ہے۔

کورے کاغذ پہ میرا سارا درد
لفظ بن بن کے پھیل جاتا ہے

ان کی شاعری میں رجائیت کا احساس ہوتا ہے جیسے آسمان پوری طرح کھُلا ہو۔ کہیں ایک ٹکڑہ ابر تک نہ ہو اور مشرق کے شبستان سے سورج آہستہ آہستہ نمودار ہورہا ہو، پہلے کچھ دیر تک سرخ اور اس کے بعد سفید۔

ذرا شورِ ہستی منائیں
چلو جشنِ غم ہی منائیں
وگرنہ یہ غم کھا نہ جائے

قدیر انصاری کی آواز نئے افق سے آتی آواز لگتی ہے۔ یقین ہے کہ ان کا مجموعہء کلام " فتراک " نئی صدی ہی میں نہیں بلکہ نئے دورِ ہزار سالہ میں اہلِ ذوق کو اپنا نخچیر بنالے گا ویسے ان کے لیے تو ____

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں!

منظور الامین
سابق ڈائرکٹر جنرل دور درشن
بنجارہ ہلز، حیدرآباد۔

# اظہار

راجستھان کی سنگ ریز خوب صورتی وہاں کا پُر وقار کلچر اور اس کے باوصف برتاؤ کی انکساری نے ہمیشہ مجھے متاثر کیا ہے ____ شاید یہی وجہ ہے کہ قدیر انصاری کی کسرِ نفسی نے مجھے اس بھرم میں مبتلا کر دیا کہ ان کی شاعری کے بارے میں اپنی ناقص رائے کا اظہار کروں ____ یہ ان کی انکساری نہیں تو اور کیا ہے کہ مجھ جیسی ایک معمولی کہانی کار کے ہاتھوں میں اپنا بیش قیمت مسودہ رائے دہی کے لیے سونپ دیا۔ اول تو میں شاعرہ نہیں دوسرے۔ برا شعر مجھ سے برداشت نہیں ہوتا اور قدیر انصاری مجھے اس سرزمین پر گھسیٹ رہے ہیں جہاں نازک مزاجوں کی "کاشت" ہوتی ہے۔ تنقید کا ہلکا سا جھونکا بھی ان کی طبعِ نازک پر بار گزرتا ہے ____ انھیں برہم کر دیتا ہے ____ غور کیجیے، وہاں میری صاف گوئی مجھے سولی تک پہنچا سکتی ہے۔

کیا مرا تذکرہ جو ساقی نے بادہ خواروں کی انجمن میں
تو پیرِ مے خانہ سن کے کہنے لگا کہ منھ پھٹ ہے خوار ہوگا

شکر ہے کہ میری اوقات دونوں ہی طرح محفوظ ہے۔ نہ میں اتنی اجڈ گنوار ہوں کہ قدیر انصاری کے جواہر پاروں کو روند دوں، نہ کوئی مشاق باریک بین جوہری ہونے کا مجھے دعویٰ ہے ـــــ ہاں ان کے شعری مجموعے کا مسودہ پڑھنے کے بعد ان کے شاعرانہ "فتراک" کا ایک نخچیر ضرور بن گئی ہوں۔

اردو پر بد قسمتی سے وہ دور آیا ہے کہ برائے نام مشکل لفظ سنتے ہی تیوریاں چڑھ جاتی ہیں۔ سوالیہ نظریں اٹھتی ہیں کہ "بھیا کیا کہو ہو؟" ـــــ قدیر انصاری کا اندازِ بیان سادا سیدھا اور پُرکشش ہے مثلاً ان کی نعت کا یہ شعر

○

زمانے بھر کے ستم ہم نے گر اٹھائے ہیں
تو پھر سکون کے ساماں بھی تم سے پائے ہیں

یا پھر

اب جدھر دیکھو اُدھر عالمِ تنہائی ہے
آج ہر اہلِ نظر خود ہی تماشائی ہے

○

قدیر کی شاعری میں رومانیت کا پلّہ بھاری ہے۔ ویسے شاعری میں رومانیت حرفِ ممنوع نہیں ہے لیکن اچھی بات یہ ہے کہ ان کے پاس زندگی کے اور حقائق کے لیے بھی باریک بینی موجود ہے۔ وہ محض رومانی مرغزاروں میں نہیں بھٹکتے بلکہ سماجی اور سیاسی شعور بھی رکھتے ہیں۔ مثلاً یہ دو شعر

○

پیاری فضا وطن کی نہ جانے کدھر گئی
پچھلے برس فساد میں شاید وہ مر گئی

یا پھر

ہمارے دیش کے نیتا جہاں بھر میں نرالے ہیں
حوالے ہی حوالے ہیں گھٹالے ہی گھٹالے ہیں

○

مَیں انھیں ان کے شعری مجموعے "فتراک" ____ کی اشاعت پر مبارک باد دیتی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ ان کا فن ہمیشہ ہی ارتقاء کی بلندیوں پر گامزن ہو گا۔

رفعیہ منظور الامین
بنجارہ ہلز، حیدر آباد۔

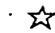


زمیں سے فلک تک ترا کام لکھوں
یہی صبح لکھوں یہی شام لکھوں
قلم میرے ہاتھوں میں تو نے دیا ہے
یہی کام ہے بس ترا نام لکھوں



ہے شام و سحر بس تری گفتگو
مری آرزو ہے تری جستجو
مجھے بخش دے اپنی رحمت سے تُو
خدایا تُو رکھ لے مری آبرو

# نعتیہ قطعات



محمدؐ کا رستہ ہی رستہ کھرا ہے
محمدؐ کی مرضی رضائے خدا ہے
محمدؐ کی ایک اک ہدایت میں لوگو
خدا تک پہنچنے کا رستہ چھپا ہے



محمدؐ کی طاعت ہے طاعت خدا کی
محمدؐ کی الفت ہے الفت خدا کی
محمدؐ کے رستے میں دونوں جہاں ہیں
محمدؐ کے رستے میں جنّت خدا کی



جمالِ رسالتؐ ہے راہِ ہدایت
کمالِ رسالتؐ ہے راہِ صداقت
اطاعت کرو تم محمدؐ کی ہر دم
اسی میں چھُپی ہے خدا کی مشیّت

# نعتِ شریف

چاہت کا خدا کی بھی مبدا ہے مدینے میں
کعبے کا بھی یعنی یہ کعبہ ہے مدینے میں

اک رشد و ہدایت کا نقشہ ہے مدینے میں
جنت میں پہنچنے کا رستہ ہے مدینے میں

بس حشر میں آقاؐ کے دامن کو پکڑ لینا
ہم سب کی شفاعت کا منشا ہے مدینے میں

آقاؐ کے اشارے پہ چل کر تو ذرا دیکھو
ہر بگڑا مقدر بھی بنتا ہے مدینے میں

در در کی زمانے میں کیوں کھاتے ہو تم ٹھوکر
آجاؤ زمانے کا ملجا ہے مدینے میں

آنکھیں ہیں ہماری دو، کیا ان سے سمٹیں گے
اک دریا ہے جلووں کا بہتا ہے مدینے میں

# نعتِ شریف

(تمام تر مطلعوں پر مشتمل)

آپؐ دنیا میں آئے جو بن کر نبیؐ
زندگی کو ملی اک نئی زندگی

آپؐ سے پہلے تھی چارسو تیرگی
آپؐ آئے جہاں میں ہوئی روشنی

ایک اُمّیؐ لقب سے جہاں کو ملی
علم کی روشنی زیست کی آگہی

چشمِ پُرنم میں ہے دید کی تشنگی
پیاس میری بجھا دیجئے اے نبیؐ

چھین لینا ہے تو چھین لے آگہی
عشقِ احمدؐ کی دے اے خدا بےخودی

اُس کو دونوں جہانوں کی دولت مِلی
جس نے احمدؐ کی کی ہے سدا پیروی

اے قدیرؔ اُس کی تعریف ہے بس یہی
سب کا سردار ہے یہ نبیؐ آخری

# نعتِ شریف

اُنؐ کے در سے کبھی پیاسا نہیں لوٹا کوئی
اُنؐ سا پایا نہ کہیں خیر کا دریا کوئی

لکھ دیا نام محمدؐ کا سفینے پہ مرے
کیا ڈبوئے گا بھلا میرا سفینہ کوئی

اک نظر کیجیے گا احمدِ مختار اِدھر
روز لیتا ہے یہاں نام تمہاراؐ کوئی

لاج رکھنا مری دنیا میں بھی عقبیٰ میں بھی
تمؐ سے ہٹ کر تو نہیں میرا سہارا کوئی

آ کے لگ جائیں کنارے پہ سفینے سارے
اُنؐ کا ہو جائے جو طوفاں میں اشارہ کوئی

زندگی اُنؐ ہی سے ہے دونوں جہانوں میں قدیرؔ
ہم نے پایا ہی نہیں ایسا مسیحا کوئی

# نعتِ شریف

رسولِؐ پاک کی طاعت ہے طاعتِ قرآں
رسولِؐ پاک کی تقلید ہے حقِ ایماں

انؐ ہی کی رُشد و ہدایت کا ہے یہ بس احساں
کبھی جو آدمی شیطاں تھا آج ہے انساں

مقام آپؐ کا کیا ہے پتہ چلا اس سے
خدا کی ذات کے ٹھہرے جو آپؐ ہی خوباں

وہ ذکر جس سے کہ ملتی ہے قلب کو تسکیں
ہے ذکر آپؐ کا اِس دل کے درد کا درماں

بس اُس نے پالیا مقصد حیات کا اپنی
جہاں میں ہوگیا جو اُنؐ کی بات پر قرباں

رسولِؐ پاک کی چاہت میں نعت کہہ تو لی
مزا تو جب ہے کہ چاہت میں جاں بھی ہو قرباں

قدیرؔ آپؐ سے پہچانا جائے گا ہر جا
ہے نام آپؐ کا اُس کی حیات کا عنواں

○●○

# نعت

آپؐ دنیا میں آئے ہوا معجزہ
سارے بت گِر پڑے خوب تھا معجزہ

معجزہ معجزہ ہر ادا معجزہ
خامشی معجزہ بولنا معجزہ

ڈوبا سورج بھی پلٹا قمر شق ہوا
یہ بھی تھا معجزہ وہ بھی تھا معجزہ

عشق قرنی کا ہے دانت سارے گئے
یہ بھی تھا آپ کے عشق کا معجزہ

بند مُٹھی میں خود کنکروں نے قدیر
وہ جو کلمہ پڑھا ہوگیا معجزہ

# نعتِ شریف

(حضرت رحمٰن جامی کی زمین میں)

"عجب شانِ رسالت ہیں محمدؐ مصطفیٰ میرے"
خدا رب ہے، تو رحمت ہیں محمدؐ مصطفیٰ میرے

نہ آیا ہے نہ آئے گا کوئی ہادی محمدؐ سا
قیامت تک ہدایت ہیں محمدؐ مصطفیٰ میرے

پڑھو کلمہ محمدؐ کا چلو رستہ محمدؐ کا
کہ جنّت کی ضمانت ہیں محمدؐ مصطفیٰ میرے

بہت بے چین ہوکر ہی بلایا تھا شبِ اسریٰ
خدا کی عین چاہت ہیں محمدؐ مصطفیٰ میرے

مہک اٹھّے یہ دو عالم نبیؐ کی ہر ہدایت پر
یہ دو عالم کی نکہت ہیں محمدؐ مصطفیٰ میرے

نہ گھبراؤ گنہہ گارو قیامت کے تصوّر سے
" شفاعت ہی شفاعت ہیں محمدؐ مصطفیٰ میرے"

نبیؐ میرے خدا میرا زمیں میری فلک میرا
قدیرؔ اپنی تو راحت ہیں محمدؐ مصطفیٰ میرے

○●○

# نعتِ شریف

(تمام تر مقطعوں پر مشتمل)

ان کی ہم پر ہوئی کیا نظر اے قدیرؔ
ہو گئے ہم بڑے معتبر اے قدیرؔ

عشقِ احمدؐ میں دونوں جہاں ہیں چھُپے
کردو کردو فدا سارا گھر اے قدیرؔ

ان سے دوری سہی میں پریشاں نہیں
ان کی ہیں رحمتیں بحر و بر اے قدیرؔ

اُن سے سب نے پڑھا رہبری کا سبق
رہبروں کے ہیں یہ راہ بر اے قدیرؔ

جس کو ہے مصطفیٰ کا سہارا یہاں
اس کو دنیا کا کیوں کر ہو ڈر اے قدیرؔ

# نعت

زمانے بھر کے ستم ہم نے گر اٹھائے ہیں
تو پھر سکون کے ساماں بھی تم سے پائے ہیں

مرے رسولؐ کا ادنیٰ سا ، یہ کرشمہ ہے
غلام آپؐ کے ساری زمیں پہ چھائے ہیں

چلے جو راہ پہ اُنؐ کی وہ پاگئے منزل
جو اُنؐ کی راہ سے بھٹکے فریب کھائے ہیں

دکھاؤ جلوہ تو معراج ہو نگاہوں کی
تمھاری دید کی خاطر ہم آنکھ لائے ہیں

مجھے بھی پاس بُلا لیجیے اسی صورت
ہزاروں لاکھوں جہاں آپؐ نے بلائے ہیں

سرِ قدیرؔ کو نسبت ہے آپؐ سے آقاؐ
کہ اس کے سر پہ وہی رحمتوں کے سائے ہیں

# نعت

خدا جس پر ہُوا عاشق حسیں چہرہ نہ ہو کیوں کر
بشر میں اک وہی ارفع وہی اعلیٰ نہ ہو کیوں کر

محمدؐ ہی مرا رستہ محمدؐ ہی مری منزل
جہاں میں اب جُدا سب سے مرا رستہ نہ ہو کیوں کر

نبیؐ کا ہوگیا گر میں نبیؐ ہوجائیں گے میرے
نبیؐ ہوجائیں گر میرے خدا میرا نہ ہوکیوں کر

محمدؐ کی غلامی کا ملا ہے مرتبہ جس کو
تو پھر رتبہ زمانے میں بلند اُس کا نہ ہو کیوں کر

محمدؐ ہی کے صدقے میں بنی ہے ساری یہ دنیا
یہ دنیا پھر محمدؐ کا حسیں صدقہ نہ ہو کیوں کر

زمانے کو ہدایت کی یہیں سے مل گئیں راہیں
زمانے کی ہدایت کا یہی مبدا نہ ہو کیوں کر

# جوازِ تخلیق

جب کوئی درد مِرے سینے میں
سانس کے ساتھ ابھرتا جاتا ہے
مَیں قلم اپنا تھام لیتا ہوں
کورے کاغذ پہ میرا سارا درد
لفظ بَن بَن کے پھیل جاتا ہے
اور لفظوں کا پیرہن اوڑھے
پھر یہی درد مسکراتا ہے
وجہہِ تخلیق بنتا جاتا ہے

○●○



ذرہ ذرہ سے عیاں اُس کی جو اونچائی ہے
وسعتِ ذرہ نہیں وسعتِ بینائی ہے

اب جدھر دیکھو اُدھر عالمِ تنہائی ہے
آج ہر اہلِ نظر خود ہی تماشائی ہے

ہر جگہ جنسِ وفا کی جو یہ مہنگائی ہے
در حقیقت یہ مرے دور کی رسوائی ہے

یہ مسیحا کا ہی اعجازِ مسیحائی ہے
میری ہر درد سے ہر غم سے شناسائی ہے

میری آنکھوں میں مرے دل میں جو رہتا ہے سدا
کون اُس شوخ کو کہتا ہے کہ ہرجائی ہے

تُو ہتھیلی پہ مِرا نام نہ لکھ مہندی سے
تیری یہ حوصلہ افزائی بھی رسوائی ہے

صرف ساحل پہ کھڑے ہو کے نہ کر اندازہ
ڈوب کر دیکھ کہ کیا عشق کی گہرائی ہے

لوگ کہتے ہیں قدیرؔ اِس کو ہی دنیا کا چلن
کہیں ماتم ہے کہیں شادی کی شہنائی ہے

○●○



جب تجھے مَیں نے بہ اندازِ تماشا دیکھا
گویا آئینے میں خود اپنا سراپا دیکھا

دیکھ آئیں بھی اگر سارا جہاں کیا حاصل
اُن کے جلووں کو نہیں دیکھا تو پھر کیا دیکھا

جب کبھی ذکر مِرا بزم میں آیا اُن کی
ان کی آنکھوں سے امڈتا ہُوا دریا دیکھا

ایک ہی زخم کی تائید ہوئی ہے اب تک
ساری دنیا نے مِرے زخم کو ہر جا دیکھا

ہے جگہ کونسی خالی تِرے جلوے کے بغیر
مَیں نے ہر شے میں ترا حُسنِ سراپا دیکھا

اجنبی بن کے وہ جب ہم سے مِلے ہم نے قدیرؔ
اپنی آنکھوں سے خود اپنا ہی تماشا دیکھا



ہے میرا اپنا حسنِ نظر دیکھتا ہوں میں
بس تُو ہی تُو ہے آج جدھر دیکھتا ہوں میں

چلتے ہیں تیرے دم سے زمین اور آسمان
ہر شئے کو تیرے زیرِ اثر دیکھتا ہوں میں

وہ میری آنکھ سے مرے دل میں سما گئے
اک خواب ہے جو شام و سحر دیکھتا ہوں میں

تیرے جمال و حسن کی یہ برق پاشیاں
چندیا گئی ہے آنکھ مگر دیکھتا ہوں میں

پہنا کے غم کو لفظ کا جامہ قدیر آج
کاغذ پہ اپنا خونِ جگر دیکھتا ہوں میں



نگاہِ یار میں کیسا سرور ہوتا ہے
جو پی چکا ہے کہاں خود سے دور ہوتا ہے

وہ جب بھی ہوتے ہیں دل کے قریب تر میرے
تو مجھ سے سارا جہاں دُور دَور ہوتا ہے

جہاں بھی پڑتے ہیں دھرتی پہ اُن کے شوخ قدم
وہاں کی خاک کے ذروں میں نور ہوتا ہے

غرور شیوہ رہا تیرا ہر زمانے میں
کچھ آدمی سے بھی اُس کا قصور ہوتا ہے

قدیرؔ آتے ہیں جب وہ مِرے تصوّر میں
تو میری آنکھوں میں دل میں سرور ہوتا ہے

○

دنیا کو کیا بتاؤں کہ میرے وہ کیا نہ تھے
سب کچھ تھے میرے واسطے لیکن خدا نہ تھے

آنکھوں میں اِس قدر تو کبھی تشنگی نہ تھی
جب تک نگاہِ یار سے ہم آشنا نہ تھے

جسموں کے درمیان تھا صدیوں کا فاصلہ
لیکن وہ میرے دل سے کبھی بھی جدا نہ تھے

میری غزل کا فیض ہے پہچانے لگے
ورنہ وہ اپنے آپ سے بھی آشنا نہ تھے

رسوائیوں کا ڈر تھا انھیں اس لئے قدیرؔ
انجان تھے وہ ہم سے مگر بے وفا نہ تھے

○

دم مسلسل ہمارا بھرتے ہیں
بال و پر بھی تو وہ کترتے ہیں

رات گھر آتے ہیں سمٹ کر ہم
صبح ہوتے ہی پھر بکھرتے ہیں

آپ کرتے ہیں آس کی باتیں
روز خانہ خراب کرتے ہیں

سب سے پہلے تو فکر کے پنچھی
ذہنِ شاعر میں ہی اترتے ہیں

میری کشتی میں دیکھ کر طوفاں
اہلِ ساحل بھی رشک کرتے ہیں

○●○



لوگ وہ اور ہیں گرداب سے ڈر جاتے ہیں
ہم جیالے ہیں جو طوفاں سے گزر جاتے ہیں

ہم تو چلنے کو ہیں تیار ترے ساتھ مگر
زندگی اتنا بتادے کہ کدھر جاتے ہیں

دانے دانے کے لئے پھرتے ہیں دن بھر ہم سب
پھر پرندوں کی طرح شام کو گھر جاتے ہیں

اس توقع پہ کہ یہ تیری ہی آواز نہ ہو
جب صدا دیتا ہے کوئی تو ٹھہر جاتے ہیں

پاس آئے تھے مِرے مجھ کو تسلی دینے
لُوٹ کر خود وہ مِرے قلب و جگر جاتے ہیں

جو مِرے ساتھ تھے سائے کی طرح کل تک وہ
آج کیوں پاس سے خاموش گزر جاتے ہیں

سچ یہ ہے جن کے ارادوں میں بلندی ہے قدیرؔ
کام دنیا میں جنوں کا وہی کر جاتے ہیں



وہی ہم کر گزرتے ہیں جو دل میں ٹھان لیتے ہیں
نہیں رُکتا ہے تیر اپنا کماں جب تان لیتے ہیں

ریاکاری اداکاری ہمارے ساتھ مت کرنا
ہنر رکھتے ہیں ہم ایسا ریا کو جان لیتے ہیں

زمانے کی نظر میں ہیں وہی انساں سدا اونچے
بِلا کھٹکے قصور اپنا جو بڑھ کر مان لیتے ہیں

اُسی سکّے میں لوٹاتے ہیں جس کا ہے چلن جاری
کسی کم ظرف کا ہم بھی کہاں احسان لیتے ہیں

دکھا کر زندگی کی آس لُوٹا ہے مجھے اکثر
کبھی وہ جان لیتے ہیں کبھی ایمان لیتے ہیں

○

پھر کوئی مہربان ہے پیارے
پھر نیا امتحان ہے پیارے

اپنے اندر کبھی تو جھانک بھی لے
جسم ہی درمیان ہے پیارے

اُس کی باتوں میں ڈوب جاتا ہوں
وہ تو جادو بیان ہے پیارے

جو بھی کہنا ہے بے تکلف کہہ
تیرے منہ میں زبان ہے پیارے

راہ دکھلائے سب کو جو پتھر
میل کا وہ نشان ہے پیارے

چاند سورج کے ساتھ چلتی ہے
یہ مری داستان ہے پیارے

فاصلہ تو قدیرؔ کچھ بھی نہیں
وقت ہی درمیان ہے پیارے

●



خدا جانے سکوں میرا کہاں ہے
یہاں تو ہر قدم پر امتحاں ہے

مکینوں کا نہیں آپس میں رشتہ
مری بستی میں اک ایسا مکاں ہے

وہ میری دوست بھی ہے اور عدو بھی
مرے اندر جو اک ہستی نہاں ہے

سرِ عام انگلیاں مجھ پر اٹھی ہیں
یہ سارا شہر مجھ سے بد گماں ہے

اِسی کا نام ہے شہرِ تمنّا
زمیں نیچے ہے اوپر آسماں ہے

یہاں ایمان بھی تلتے ہیں اکثر
یہ دنیا سونے چاندی کی دکاں ہے

قدیرؔ اپنی نظر پر ہیں پشیماں
وہ ملتے ہیں تو پردہ درمیاں ہے

○●○

فراک



ہم بھلا تم کو کیا نہیں کہتے
ہاں مگر اک خدا نہیں کہتے

اپنا مجھ کو ذرا نہیں کہتے
وہ مگر برملا نہیں کہتے

وہ جو خود آشنا نہیں اُن کو
ہم سخن آشنا نہیں کہتے

کچھ تو رشتہ ہے درمیاں اپنے
لوگ ہم کو جدا نہیں کہتے

تم تو دیکھو مجھے نہ دیکھوں میں
اِس کو پردہ ذرا نہیں کہتے

حُسنِ ظن ہے قدیرؔ انصاری
ہم بُروں کو بُرا نہیں کہتے



کبھی اپنے کبھی پرائے ہیں
میرے ہم راہ جتنے سائے ہیں

ایک ہم ہی تھے سہہ گئے ورنہ
ظلم ظالم نے کتنے ڈھائے ہیں

بس تِری اک نگاہ کی خاطر ہم
ہائے کتنے فریب کھائے ہیں

بڑھ گئی ہے حیات کی قیمت
آپ کیا زندگی میں آئے ہیں

بس قدیرؔ اُن کو دیکھنے کے لئے
دل کی آنکھیں بھی ساتھ لائے ہیں

○●○

○

آپ آنکھوں سے دل میں آ بیٹھے
پھر نیا ہم فریب کھا بیٹھے

وہ جو دل میں ہمارے آ بیٹھے
آپ ہی خود کو ہم بھُلا بیٹھے

بڑھ گیا بوجھ دل پہ جب غم کا
شعر میں دردِ دل سُنا بیٹھے

دیکھئے کتنا ساتھ دیتی ہے
زیست سے ہم نظر مِلا بیٹھے

دل سی شئے دے کے ہم قدیر اُسے
شئے بھی کیا قیمتی گنوا بیٹھے

○●○



یہ دل نہیں ہے کسی اور سے لگانے کو
یہ شئے بنی ہے فقط یوں ہی ٹوٹ جانے کو

ہمارے دل کو اجاڑا یہ جانتے اتنا
لگا دی عمر سبھی شہرِ دل بسانے کو

ایک آپ کے چلے جانے سے کچھ نہیں ہوگا
لکھے گا اور کوئی عشق کے فسانے کو

شکایت آپ کی کیا کیجیے غیر کے آگے
ہم آئے ہیں یہاں بوجھ اپنا خود اٹھانے کو

یہ سب کا دل نہیں آنکھوں میں ڈالنا آنکھیں
جگر بھی چاہیئے اُس سے نظر مِلانے کو

کبھی یہ خواب بھی دیکھا تھا اُن سے مِلنے کا
اک عمر لگ گئی تعبیر اُس کی پانے کو

سمجھ کر اپنی کہانی پڑھے قدیرؔ کوئی
فسانہ اپنا لکھے گا مِرے فسانے کو



میں کیا ہوں آپ میری کہانی نہ پوچھیے
اب حال میرا میری زبانی نہ پوچھیے

کرنی ہے بات اپنے نئے عزم کی ہمیں
جو ہوگئی ہے بات پرانی نہ پوچھیے

صحرائے عشق میں جو بجھانی ہے تشنگی
پی لیجیے اپنے اشک ہی پانی نہ پوچھیے

آنکھوں سے اُس نے پیار کا اقرار کرلیا
کیسی کٹی وہ رات سہانی نہ پوچھیے

کافی ہے دل کی چوٹ تمھارے لئے قدیر
اب اُن سے کوئی اور نشانی نہ پوچھیے



میں تیرا ہوں کسی کا نہیں
تجھ سے پلٹوں میں ایسا نہیں

کیوں خفا ہو خطا پر مری
آدمی ہوں فرشتہ نہیں

ساتھ خوشیوں کے غم بھی ہیں کیوں
راز تم نے یہ جانا نہیں

غم نے مارا ہے ایک اک کو
اب کسے غم کا یارا نہیں

بس خریدار ہی چاہیے
آج کیا ہے جو بکتا نہیں

اس مسافر کی حالت نہ پوچھ
راہ میں جس کی سایہ نہیں

درد کو میرے سمجھے قدیر
ایسا کوئی مسیحا نہیں

○●○

○

بھیڑ میں چہروں کی ہیں ہم تنہا
ہیں جہاں لوگ بہت کم تنہا

لوگ خوشیوں میں تو ہیں ساتھ مگر
سہنا پڑتا ہے ہمیں غم تنہا

زندگی ملتی گئی ہم کو نئی
پی گئے زہر کبھی ہم تنہا

کس کو فرصت ہے کہ دو گام چلے
رات دن چلتے ہیں بس ہم تنہا

جب وہ آتے ہیں خیالوں میں قدیرؔ
مسکراتا ہے مرا غم تنہا

○●○



اِس دنیا میں کون ہے اپنا
اُن کی محبت جھوٹا سپنا

سانس کی لَے پر نام تمھارا
ہم کیا جانیں مالا جپنا

فرصت ہو تو تم بھی دیکھو
جاگ کے ساری رات تڑپنا

تجھ کو خوشی اور مجھ کو غم ہے
یہ تو بھاگ ہے اپنا اپنا

اُن کے سَر پر ٹھنڈی چھاؤں
اپنی قسمت دھوپ میں تپنا

مشکل ہے پہچان قدیرؔ اب
کون پرایا کون ہے اپنا

○

ان کو دل میں بسا کے پچھتائے
دل کی باتوں میں آ کے پچھتائے
کتنے شاداں تھے ہم اکیلے میں
خود کو اُن سے مِلا کے پچھتائے

ترکِ الفت ہی کر دیئے ہوتے
ہم تو یاری بڑھا کے پچھتائے
ایک تھوڑی سی چھاؤں کی خاطر
گھٹتے سائے میں جا کے پچھتائے

عشق اپنا ہی ہو گیا رسوا
ہم تو آنسو بہا کے پچھتائے
پھر انا اپنی ہوگئی مجروح
اُس کے وعدوں میں آ کے پچھتائے

دکھ سے گھبرا کے ہم قدیرؔ یہاں
آس سُکھ کی لگا کے پچھتائے

○

تم کو مَیں کیا بتاؤں کہ دنیا سے کیا مِلا
ہر ہر قدم پہ مجھ کو نیا حادثہ مِلا

منزل سے اپنی دور بھٹکتا ہوا مِلا
ہر آدمی فضول یہاں سوچتا مِلا

اپنی جگہ ہر ایک مجھے پارسا مِلا
اپنی انا کے گرد ہر اک گھومتا مِلا

ہے حال جیسا اس کا وہ شاید مِرا بھی ہے
وہ بھی مِری ہی طرح یہاں جاگتا مِلا

ان کا خیال آتے ہی مجھ کو لگا ہے یوں
اک ڈوبتے ہوئے کو کوئی آسرا مِلا

جتنا قریب ہونے کی کوشش ہماری تھی
اتنا ہی زندگی سے ہمیں فاصلہ مِلا

اپنوں سے بھی قدیرؔ مِلا دوسروں سے بھی
جب بھی مِلا کسی سے تو ہنستا ہوا مِلا

○●○

○

زندگی کی دعا دے گئے
بے گنہہ کو سزا دے گئے

یہ کھٹک یہ کسک یہ تڑپ
دوستی کا صلہ دے گئے

جس میں گھُٹنے لگا دم مرا
مجھ کو ایسی فضا دے گئے

مَیں بھٹکتا ہوں کب سے یہاں
مجھ کو کیسا پتہ دے گئے

ایک ہوتا تو کچھ بات تھی
درد کا سلسلہ دے گئے

مجھ کو انعام میں وہ قدیرؔ
اور بھی فاصلہ دے گئے

○●○

○

مہربانی عنایت کرم آپ کا
بس سلامت رہے یہ ستم آپ کا

اب شکایت کریں بھی تو کیسے کریں
جھوٹ پر جب کہ ٹھہرا دھرم آپ کا

مارے شرم و حیا کے مِرے نام پر
رُکتا جاتا ہے شاید قلم آپ کا

دیکھ کر اک ذرا دیکھ کر چلیئے گا
اب بہکنے لگا ہے قدم آپ کا

ہاں ستم کیجیے گا سلیقے کے ساتھ
کھل نہ جائے کہیں یہ بھرم آپ کا

ساتھ چھُوٹا تو گھبرا گیا ہوں قدیرؔ
اب کہاں ڈھونڈوں نقشِ قدم آپ کا

○●○



دور ہے یا قریب ہے یارو
اپنا اپنا نصیب ہے یارو

ہَٹ کے خولِ انا سے دیکھو تو
کون کس کا رقیب ہے یارو

یہ ہنساتی بھی ہے رلاتی بھی
زندگی بھی عجیب ہے یارو

بارشِ سنگ ہو کہ برسیں گُل
اپنا اپنا نصیب ہے یارو

جس کی تخلیق ہے یہ جگ سارا
کتنا اونچا ادیب ہے یارو

مجھ کو اُکسا رہا ہے الفت پر
کوئی دل کے قریب ہے یارو

دوست کیسا قدیرؔ انصاری
وہ تو اپنا رقیب ہے یارو

○

مَیں نے اپنوں کی طرح جس کی پذیرائی کی
اُس نے ہی بات بڑھائی مری رسوائی کی

میری سچائی نظر آئے گی تجھ کو کیوں کر
غلطی تیری نہیں کھوٹ ہے بینائی کی

جُھک کے مِلنا ہی بلندی کی نشانی ہے میاں
بات کہتا ہوں سنو تم سے یہ دانائی کی

لوگ میدانِ عمل میں لگے مجھ کو بونے
بات کہنے کو کیا کرتے ہیں اونچائی کی

عشق میں جان گنوانا بھی جسے ارزاں ہے
اُس سے تم بات کیا کرتے ہو مہنگائی کی

ڈر لگا رہتا ہے ہر دم تری رسوائی کا
جب کے بنے بات غزل میں تری رعنائی کی

ہائے اک چیخ قدیرؔ اُٹھی ہے سینے سے مرے
بات نکلی ہے یہاں جب بھی مسیحائی کی

○

جب کبھی مجھ پہ زمانے نے اٹھائے پتھر
چوٹ دے دے کے تری یاد دلائے پتھر

گویا مجنوں کی روایت ہے کہ ہر شخص یہاں
شہر میں پھرتا ہے دامن میں چھپائے پتھر

اک ترا حوصلہ ، شوق بڑھانے کے لئے
ہم نے چپ چاپ ترے ہاتھ سے کھائے پتھر

ہم نے سچ بات کے کہنے کو زباں کیا کھولی
ہائے پھر کیا تھا کہ دنیا نے اٹھائے پتھر

چھوڑیئے غیر کو اب غیر تو پھر غیر ہی تھے
تم تو اپنے ہی تھے تم نے بھی اٹھائے پتھر

جمع کر رکھّے ہیں لیکن یہ بتاؤں کس کو
جتنے بھی آئے ترے ہاتھ سے آئے پتھر

جن سے پھولوں کے بچھانے کی تھی امید قدیر
میری راہوں میں انھوں نے ہی بچھائے پتھر

●



تھا جو ہمدرد مِرے حق میں ستم گر نکلا
اُس کی جھولی میں مِرے نام کا پتھر نکلا

سوچتا رہ گیا اب خود کو بچاؤں بھی تو کیا
آستیں ہی میں مِرے دوست کی خنجر نکلا

مَیں سمجھتا رہا دوری سے قدآور جس کو
پاس آیا تو وہ کچھ مجھ سے بھی کم تر نکلا

زندگی تجھ سے مجھے کرنا پڑا سمجھوتہ
کون ہے وہ جو تِرے دام سے بچ کر نکلا

گِلہ دشمن کا کروں میں بھلا کس منھ سے قدیرؔ
جب کہ دشمن مِرا خود اپنا مقدّر نکلا



پوچھو نہ ہم کو پیار میں کیا کیا نہ مِل گیا
تنہائی کے عذاب کا نذرانہ مِل گیا

اللہ کا کلامِ حکیمانہ مِل گیا
اچھے بُرے کی قدر کا پیمانہ مِل گیا

ہر شخص میں ہے تشنگی لیکن بتائے کون
خالی ہے کہہ رہے ہیں کہ پیمانہ مِل گیا

دِکھلا گیا سلیقہ بھی مٹنے کا عشق میں
جس وقت جل کے خاک میں پروانہ مِل گیا

ہر آدمی میں نقص نظر آرہا ہے بس
جب سے انھیں مقامِ خطیبانہ مِل گیا

سازش کچھ ایسی کی مِرے احباب نے قدیرؔ
بستی انھیں مِلی مجھے ویرانہ مِل گیا

○●○



جانے کیوں اجڑے ہوئے گھر نہیں دیکھے جاتے
ہم سے یہ ٹوٹے ہوئے در نہیں دیکھے جاتے

ہاتھ کیوں رکھ لئے آنکھوں پہ بھلا آپ نے کیا
قتل ہوتے ہوئے منظر نہیں دیکھے جاتے

راہ رو رکھتے ہیں بس اپنی نظر منزل پر
ہر گھڑی میل کے پتھر نہیں دیکھے جاتے

آپ کی آنکھوں نے کیا پیاس بڑھا دی اب تو
تشنگی کے یہ سمندر نہیں دیکھے جاتے

ہم کو صیاد نے رکھا ہے وہاں قید قدیر
بال و پر اپنے جہاں پر نہیں دیکھے جاتے



حالات کا پتھراؤ جو یہ مجھ پہ ہُوا ہے
بازار میں بِک نہ سکا اس کی سزا ہے

آلام میں ہنسنا بھی کوئی جرم ہُوا ہے
حیرت سے ہر اک شخص مجھے دیکھ رہا ہے

موسم ہے جوانی کا تُو کر قدر کچھ اس کی
اک اور بھی موسم تری چوکھٹ پہ کھڑا ہے

ناقدریِٔ محنت یہاں اب ہونے نہ دیں گے
مانا کہ گئے دور میں یہ ہوتا رہا ہے

۔○●○



یہ بتاؤ کہ اب الزام ہیں مجھ پر کتنے
ایک ہی سر ہے مگر آئے ہیں پتھر کتنے

کیا کہوں ایک مرے کرتے ہی توبہ ساقی
ساتھ ہی میرے یہاں ٹوٹے ہیں ساغر کتنے

یوں تو احباب ہی کہلاتے ہیں پر دیکھنا ہے
آستینوں میں نہاں ان کی ہیں خنجر کتنے

آپ کیا دیں گے مجھے گم شدہ منزل کا پتہ
مَیں نے دیکھے ہیں یہاں آپ سے رہبر کتنے

قدر داں کوئی مرے شہر میں آئے گا کبھی
دیکھو بکھرے ہیں مرے شہر میں گوہر کتنے

اپنی اِن مست نگاہوں سے ذرا پوچھ تو لو
اِن ہی نظروں نے چبھوئے بھی ہیں نشتر کتنے

آج تو مجھ کو سبھی کہنے لگے ہیں اپنا
دیکھئے ساتھ مِرا دیتے ہیں ہمسر کتنے

تو نہیں تو کوئی منظر نہیں بھاتا دل کو
ویسے دیکھے ہیں حسیں مَیں نے بھی منظر کتنے

بات اتنی ہے ہر پیڑ ثمر ور ہے قدیرؔ
کون جانے کہ برس جاتے ہیں پتھر کتنے

○●○

○

خدا جانے مجھ کو یہ کیا ہو رہا ہے
مِرا دل جو مجھ سے جدا ہو رہا ہے
زمانے کی کیسی روش ہے نہ جانے
کہا ہم نے سچ تو خفا ہو رہا ہے
مِرے دل کو تجھ سے ہوئی ایسی نسبت
تِرا درد دل میں سدا ہو رہا ہے
ستم پر ستم تم کیے جا رہے ہو
محبت کا مطلب ادا ہو رہا ہے
تمھاری ادا نے اٹھایا جو محشر
وہ دل میں ہمارے بپا ہو رہا ہے
محبت سے پہلے سکوں ہی سکوں تھا
مِرا حال اب دوسرا ہو رہا ہے
قدیرؔ اس قدر بڑھ گئی پیاس میری
درِ مے کدہ خود ہی وا ہو رہا ہے

○●○

○

بڑھ گئی بڑھ گئی بڑھ گئی بڑھ گئی
تشنگی تشنگی تشنگی

تجھ سے اب کیا کہوں کتنی مہنگی پڑی
دل لگی دل لگی دل لگی دل لگی

مجھ کو بے ساختہ بھا گئی ہے تری
سادگی سادگی سادگی سادگی

اُن سے مِلنے کو دل مجھ سے کہتا رہا
چل ابھی چل ابھی چل ابھی چل ابھی

میَں نے مانگا جو حق اپنا اُس نے کہا
پھر کبھی پھر کبھی پھر کبھی پھر کبھی

کس قدر بے وفا آپ کی ہو گئی
دوستی دوستی دوستی دوستی

میری تسکینِ دل ان کی قاتل ادا
لے گئی لے گئی لے گئی لے گئی

آپ سے مِلتے ہی بڑھ گئی خود سے اب
دشمنی دشمنی دشمنی دشمنی

اے خدا دے مجھے آگہی کے عوض
بے خودی بے خودی بے خودی بے خودی

اب تمھارے بِنا نامکمل سی ہے
زندگی زندگی زندگی زندگی

اے قدیرؔ ان کے جاتے ہی گل ہو گئی
روشنی روشنی روشنی روشنی

○

تیرگی غم کی چھا گئی ہوگی
یاد انھیں مری آگئی ہوگی

تیری خواہش ابھر کے کاغذ پر
دل کی صورت بنا گئی ہوگی

تجھ سے ملنے کو پھر دعاء میری
دستِ مطلب اٹھا گئی ہوگی

اُن سے ملنے کو آج میری بھی
دھڑکنوں کی صدا گئی ہوگی

تم بھی رو رو کے رتجگا کر کے
ظلم آنکھوں پہ ڈھا گئی ہوگی

اب قدیرؔ آؤ تم بھی سو جاؤ
نیند اُن کو بھی آگئی ہوگی

○●○

○

آج کی رات بھی بے اثر ہوگئی
پھر مناتے مناتے سحر ہوگئی

تم نے دیکھا تھا جو مسکرا کر مجھے
بس وہی اک ادا چارہ گر ہوگئی

جب سے پینے لگا ہوں سمِ زندگی
زندگی خود ہی زیرِ اثر ہوگئی

اُن کو احساس اپنی خطا کا ہُوا
خود بہ خود اُن کی نیچی نظر ہوگئی

جام میری طرف خود بہ خود آئے گا
مجھ پہ گر آپ کی اک نظر ہوگئی

دیپ یادوں کے اپنے بُجھا کر قدیرؔ
اب نکل آؤ باہر سحر ہوگئی

○●○

○

(تمام تر مطلعوں پر مشتمل)

دیپ یادوں کے مَیں جلاتا ہوں
یوں شبِ غم کو جگمگاتا ہوں

جشنِ غم اِس طرح مناتا ہوں
گیت اُس بے وفا کے گاتا ہوں

آپ اپنے پہ ظلم ڈھاتا ہوں
اپنے احساس کو جگاتا ہوں

بے خطر چاند پر تو جاتا ہوں
ہائے ٹھوکر زمیں پہ کھاتا ہوں

رو بہ رو آئینے کے جاتا ہوں
خود کو مَیں خود سے لا مِلاتا ہوں

اپنے قاتل کو گھر بُلاتا ہوں
آپ ہی قتل ہوتا جاتا ہوں

نئی تصویرِ دل بناتا ہوں
گھر قدیرؔ اک نیا بساتا ہوں

○●○



نظر اپنی تم بھی اٹھا کر تو دیکھو
چلے آئیں گے ہم بُلا کر تو دیکھو

جلَا تو دیا ہے نگر سارا تم نے
ذرا اپنا گھر بھی جلَا کر تو دیکھو

عداوت کی باتیں ہی کب تک کرو گے
کبھی دل کسی سے لگا کر تو دیکھو

تمھیں بھی مِلے گا مزا زندگی کا
ذرا بارِ غم بھی اٹھا کر دیکھو

بھروسہ ہے اپنی نگاہوں پہ مجھ کو
ذرا اپنا جلوہ دکھا کر تو دیکھو

قدیرؔ اپنے ہم راہ ہوگا زمانہ
قدم سے قدم تم مِلا کر تو دیکھو



دنیا ہے محو رقص اشاروں کے ساتھ ساتھ
کوئی خزاں کے کوئی بہاروں کے ساتھ ساتھ

دامن بچائے رہتے ہیں وہ مجھ سے اس طرح
جس طرح پھول رہتے ہیں خاروں کے ساتھ ساتھ

ہاں ڈوبتے ہیں خود ہی کنارے کبھی کبھی
دیکھو چمٹ نہ جاؤ کناروں کے ساتھ ساتھ

دل میرا ہم سفر ہے ترا راہ زیست میں
چلتے ہیں لوگ یوں تو ہزاروں کے ساتھ ساتھ

پھر لوٹ کر نہ آسکوں شاید قدیر میں
اب میرِ کارواں بھی ہے یاروں کے ساتھ ساتھ

○

تمھیں ڈھونڈتا ہوں اِدھر اُدھر مرے ہم سفر مِرے ہم سفر
کہ ہے سونی سی رہ گزر مِرے ہم سفر مِرے ہم سفر

مجھے پینا ہے تِری آنکھوں سے تِری آنکھوں سے تِری آنکھوں سے
کہ مِری طرف ذرا کر نظر مِرے ہم سفر مِرے ہم سفر

جو مِلی نظر سے مِری نظر تو ہُوا ہے مِلنے کا یہ اثر
ہوئے گھایل اپنے دل و جگر مِرے ہم سفر مِرے ہم سفر

یوں ہی ساری رات بسر ہوئی یوں ہی آنکھوں آنکھوں میں کٹ گئی
تیرا منتظر رہا رات بھر مِرے ہم سفر مِرے ہم سفر

میں تِرے خیال میں بس گیا تِرے ماہ و سال میں بس گیا
تجھے کیا ملا مجھے بھول کر مِرے ہم سفر مِرے ہم سفر

یہ خموشی کتنی شریر ہے کہ لبوں پہ اُس کے قدیرؔ ہے
ذرا اُس کی بات پہ کان دھر مِرے ہم سفر مِرے ہم سفر

○●○

○

میں نے تم کو کس عالم میں کھویا ہے
کیسے ڈھونڈوں ہر سو گھور اندھیرا ہے

کیسا تھا اُس وقت کا عالم مت پوچھو
کشتی کو جب کشتی راں نے ڈبویا ہے

موج ہی دشمن تھی جو بہا کر لے آئی
طوفانوں میں اب تو ہماری نیّا ہے

جب سے چھُوٹا ساقی تیرا مے خانہ
میں بھی تشنہ دل بھی مرا پیاسا ہے

آیا ہے جو کوچہ میں بیگانہ قدیرؔ
غور سے دیکھا تو وہ اپنا شناسا ہے

○

وہ نظر سے نظر کیا مِلا کر گئے
حوصلہ زندگی کا بڑھا کر گئے

مَیں نے چاہا بجھانا تو شعلے اٹھے
آگ دل میں وہ ایسی لگا کر گئے

اب یہ شرمندگی ہے کہ اُن کی حیا
اپنا چہرہ جو مجھ سے چھپا کر گئے

یہ تڑپ یہ کسک سوزِ غم رتجگے
مجھ کو تحفے وہ کیا کیا عطا کر گئے

مَیں نے پوچھا کبھی حال اُن سے تو وہ
خود غزل میری مجھ کو سنا کر گئے

جھوٹ کہنا تو شیوہ ہے اُن کا مگر
وہ کہاں اپنا وعدہ وفا کر گئے

بات اُن کی وفا کی چلی ہے قدیرؔ
آئینہ پھر وہ مجھ کو دِکھا کر گئے

○●○



تصویرِ محبت کو آنکھوں میں چھُپا رکھنا
دنیا کی نگاہوں سے تم خود کو بچا رکھنا

بے ساختہ مَیں تیرے خوابوں میں در آؤں گا
آنکھوں کے دریچوں پر پہرا نہ بٹھا رکھنا

دفتر سے جو لوٹوں مَیں ہوجائے تھکن غائب
ہر شام مِری خاطر تم خود کو سجا رکھنا

قائل جو ہوئے ہو تم اب میری وفاؤں کے
تو نام کہانی کا پھر میری وفا رکھنا

ہم جان بھی دے دیں گے گر ہم سے وہ مانگیں گے
آتا ہی نہیں ہم کو اپنوں کو خفا رکھنا

انسان نما قاتل پھرتے ہیں یہاں ہر سو
اب جیب میں تم اپنی گھر کا بھی پتہ رکھنا

وعدہ تھا قدیرؔ اُن کا وہ آئیں گے میرے گھر
کہتے تھے ہمیشہ وہ دروازہ کھُلا رکھنا

○●○



ایسے قاتل بھی میرے گھر آئے
جیسے بجلی چمن میں در آئے

تیری غارت گری کے چرچے تھے
جس طرف سے بھی ہم گزر آئے

ایک انسان ہی ہمیں نہ مِلا
یوں کئی آدمی نظر آئے

نوچ لیں گے نقاب قاتل کا
اپنے ہاتھوں میں وہ اگر آئے

ذرا دیکھو تو آج کا اخبار
اُس کے بارے میں کیا خبر آئے

ہم نے رہ رہ کے منھ چھپایا قدیر
داغ دامن پہ اس قدر آئے

○

درد اٹھا جب مدھم مدھم
ہوگئیں آنکھیں پرنم پرنم

میرے نغمے آواز اُن کی
سوز و ساز ہیں باہم باہم

جب بھی ہوا ہے سامنا ان سے
ان کا چہرہ شبنم شبنم

جب بھی چلے وہ پایل پہنے
سارا عالم سرگم سرگم

ان کا چہرہ درپن درپن
روشن روشن مدھم مدھم

کیسے مانیں اُن کا کہنا
اُن کی باتیں مبہم مبہم

منزل اُس کے قدموں میں ہے
کوشش جس کی پیہم پیہم

ساون ہو یا بھادوں قدیرؔ اب
مَیں تو پکاروں موسم موسم





آپ اپنے سے لڑ رہا ہے وہ
آئینے پر بگڑ رہا ہے وہ



جانے کیا اب کے یہ ساون بھی ستم ڈھائے گا
ایسا لگتا ہے تِری یاد ہی برسائے گا

دل کا ممکن ہے ہر اک چاک بھی سِل جائے گا
جب تجھے سینے پِرونے کا یہ فن آئے گا

زندگی بھر یہ تِرا درد جو تڑپائے گا
ساتھ اپنے مجھے کس راہ پہ لے جائے گا

پھر سلیقے سے کتابیں مِری جم جائیں گی
یار میرا جو اچانک مِرے گھر آئے گا

دل کی باتیں ہیں سمجھنے کی نہ سمجھانے کی
دل کی باتوں کو بھلا کیا کوئی سمجھائے گا

اُنِ کا جلوہ ہی بسا ہے مِری آنکھوں میں قدیرؔ
اب بھَلا کیا کوئی منظر مجھے بہلائے گا



غم کا احساس زندگانی میں
جیسے پتھر گرا ہو پانی میں

کون پوچھے گا ناتوانی میں
اس لیے شور ہے جوانی میں

زیست کی فلم ابھی ادھوری ہے
رول تیرا بھی ہے کہانی میں

زندگی اُس کی ہوگئی کڑوی
پڑ گیا جو بھی بدگمانی میں

آپ یوں ہی کرم نہیں کرتے
کچھ تو ہے راز مہربانی میں

یوں نہ بارش میں تم نکل آؤ
لگ ہی جائے گی آگ پانی میں

چاہیے اب قدیرؔ کیا تم کو
مِل گیا گھاؤ جب نشانی میں

○●○



مَیں نے لُٹ کے تجھے جینے کی دعاء بھی دی ہے
پیار کی جتنی تھی دولت وہ لُٹا بھی دی ہے

مَیں تو خاموش تھا اشکوں نے مگر تیرے ہی
داستاں اپنی زمانے کو سنا بھی دی ہے

تیرگی کا گلہ مَیں کیسے کروں اس سے بھَلا
شمع جو اس نے جلائی تھی بجھا بھی دی ہے

اب کوئی رند یہاں سے نہ اٹھے گا پیاسا
اب تو ساقی نے نظر اپنی اٹھا بھی دی ہے

مانگتے کیا ہو بھَلا مجھ سے قدیرؔ اب مَیں نے
دل سی شے پیار کی قیمت میں چُکا بھی دی ہے



کوئی پوچھے جو مجھے تم اسے ٹالے رکھنا
میرے محبوب مرا پیار سنبھالے رکھنا

تیری خلوت میں مَیں چپکے سے چلا آؤں گا
اپنے دل میں مری یادوں کے اجالے رکھنا

دلِ شاعر بڑا حساس ہوا کرتا ہے
ٹوٹ جائے نہ کہیں اس کو سنبھالے رکھنا

قدیرؔ انصاری کے رہنے کی جگہ تو ہے یہی
اپنے دل میں اسے ہر وقت سنبھالے رکھنا



وہ منظر اور وہ جلوے نگاہیں یاد کرتی ہیں
چلے تھے ہم کبھی جن پر وہ راہیں یاد کرتی ہیں

مرے نالے مری یہ سرد آہیں یاد کرتی ہیں
تمھیں اس ہونکتے دل کی کراہیں یاد کرتی ہیں

کبھی تم دوڑ کر خود ہی سما جاتیں تھیں بانہوں میں
چلی بھی آؤ اب تم کو وہ باہیں یاد کرتی ہیں

تمھیں جی بھر کے دیکھوں خوب جی بھر کے تمھیں دیکھوں
تمھیں اکثر مری پیاسی نگاہیں یاد کرتی ہیں

تیری خوش بو سے جو، اب تک مہکتی ہیں حقیقت میں
تجھے وہ شہر کی ویران راہیں یاد کرتی ہیں

قدیرؔ اس عہد نو میں کون کس کو یاد کرتا ہے
مگر اس شوخ کو میری نگاہیں یاد کرتی ہیں

○

اتنی خود اپنے آپ سے تو دشمنی نہ تھی
جب تک اے دوست تجھ سے مری دوستی نہ تھی

جب تک نگاہِ یار کی مے میں نے پی نہ تھی
آنکھوں میں اس قدر تو کبھی تشنگی نہ تھی

حسنِ نظر ہمارا ہی تھا تم جو بھا گئے
ورنہ تمہارے حسن میں جادوگری نہ تھی

ان کے خلوص ہی میں توازن نہیں رہا
میرے خلوص میں کبھی کوئی کمی نہ تھی

دل رو رہا تھا اپنا تمہارے سلوک پر
مانا ہماری آنکھ میں کوئی نمی نہ تھی

ویسے بھی روٹھ کر وہ کہاں جائیں گے قدیرؔ
انجان تھے وہ ہم سے مگر بے رخی نہ تھی



کیا تجھ کو بھلا اِس کی خبر ہے اے دوست
ہر رات کی قسمت میں سحر ہے اے دوست

تو جس پہ ہے نازاں وہ تِرا حُسن نہیں
وہ حُسن ، مِرا حسنِ نظر ہے اے دوست

کیوں اِس طرح گھبراتا ہے تو آنے سے
یہ گھر بھی مِرا تیرا ہی گھر ہے اے دوست

اک تری یاد کا رہ رہ کے دیا جلنے سے
کتنی روشن یہ مِری راہ گزر ہے اے دوست

ساتھ تیرے ہی مِرا نام لیا جاتا ہے
میں ادھر ہوں تری تشہیر جدھر ہے اے دوست

جس کے حصے میں قدیر آئی ہے اعلیٰ ظرفی
بس مِرے دل میں اُسی شخص کا گھر ہے اے دوست



بزمِ رنج و محن میں ہنسی بانٹ دوں
میرا منصب یہی ہے خوشی بانٹ دوں

میرے ہاتھوں میں آجائے سورج تو پھر
تیرہ بختوں میں مَیں روشنی بانٹ دوں

مَیں تو دریا ہوں بہتا ہوا پیار کا
میرا مسلک ہے سب میں تَرَی بانٹ دوں

جن میں جینے کی ہمت نہیں ہے انھیں
حوصلہ صورتِ شاعری بانٹ دوں

میری اپنی خوشی تو یہی ہے قدیرؔ
آدمی کے لیے زندگی بانٹ دوں

○

دولت نہیں ہے دل ہے امیرانہ دیکھئے
اچھے بڑے کی قدر کا پیمانہ دیکھئے

آنکھوں کی نیند دل کا سکون آپ کی قسم
دینا پڑا ہے عشق میں ہرجانہ دیکھئے

جب بھی کریں گے بات تو اونچی ہی کیجئے
کیجے نہ کوئی بات بھی طفلانہ دیکھئے

سب سے تو مِل چکے ہیں ذرا خود سے بھی مِلیں
دل کہہ رہا ہے اب کوئی ویرانہ دیکھئے

آنکھوں میں پیاس سر میں بھی سودا ہے دید کا
اِس حال میں ہے آپ کا دیوانہ دیکھئے

اِس میں خوشی کے پھول کھلیں گے کبھی قدیرؔ
گلشن بنے گا دل کا یہ ویرانہ دیکھئے



وہ ہم کو ستانے میں تکلف نہیں کرتے
ہم ظلم بھی سہتے ہیں کبھی اُف نہیں کرتے

تم نے یہ کبھی سوچا ہے تنقید سے پہلے
خورشید کے چہرے پہ کبھی تُف نہیں کرتے

خوشبو ہے اگر ہم میں تو مہکے گی یقیناً
اس واسطے تکلیفِ تعارف نہیں کرتے

رشتہ ہے روایت سے مگر پھر بھی کبھی ہم
سائے میں روایت کے توقف نہیں کرتے

پی جاتے ہیں حالات کی تلخی کو ہمیشہ
حالات پہ ہم اپنے تاسف نہیں کرتے

دہراتے ہیں ہر قول کو ہم لوگ من و عن
اقوال میں اوروں کے تحرف نہیں کرتے

ہم اہلِ صفا شرع کی تکمیل سے پہلے
ہر ایک سے اظہارِ تصوف نہیں کرتے

کچھ راز قدیرؔ ان کی نوازش میں ہے ورنہ
بے وجہ کسی پر وہ تلطف نہیں کرتے



آپ لینے لگے رک کے انگڑائیاں
آگئیں اپنے حصے میں رعنائیاں



تیری نظر اُٹھی مرے دل میں اُتر گئی
اجڑی ہوئی حیات مری خود سنور گئی

پیاری فضا وطن کی نہ جانے کدھر گئی
پچھلے برس فساد میں شاید وہ مر گئی

میرے خدا کا فضل ہے ہمت رہی بلند
دنیا ہمیشہ بس اسی ہمت سے ڈر گئی

بچپن بچھڑ گیا مجھے میلے چھوڑ کر
رادھا کدھر گئی مری بنسی کدھر گئی

کیوں شاعری مری اُسے چبھنے لگی قدیرؔ
اُس نے مری غزل سُنی صورت اُتر گئی



○

ہم نے چھیڑ کر اکثر اُن کے آگے سازِ دل
نام پر غزل کے پھر کہہ دیا ہے رازِ دل

کوئی کیا بھلا جانے ہائے نغمۂ دل کو
اہلِ دل کو آتی ہے اک صدائے سازِ دل

کیوں نہ شور ہو دل کا جا بہ جا گلی کوچہ
ہم اٹھانے کو ٹھہرے اُن کے سارے نازِ دل

مَیں نے اس کو سمجھا ہے اپنے واسطے اعزاز
تیرا درد ٹھہرا ہے اب یہاں جوازِ دل

کٹ گئے ہیں پَر لیکن پھر بھی ہے بلندی پر
تیری راہ میں میرا ہے وہی فرازِ دل

مَیں قدیرؔ جیون کا اک خموش نغمہ تھا
آج کس نے چھیڑا ہے پھر یہ میرا سازِ دل

○●○



تجھ پہ جب تازہ غزل لکھوں گا
ساتھ گزرا ہُوا کَل لکھوں گا

چین سے مجھ کو نہ جینے دیں گی
تیری یادوں کو خلل لکھوں گا

سب میں رہ کر بھی نمایاں ہے تو
مَیں ترے رخ کو غزل لکھوں گا

زندگی ایک معمّہ ہے قدیر
اس کا ہر حال میں حل لکھوں گا

○●○

ترا چرچا بھی ہو گا ہم نے مانا حُسن والوں میں
ہمارا نام بھی مشہور ہے زہرہ جمالوں میں

بٹھائے گا بھلا پہرا زمانہ ہم پہ کیا اے دوست
ترے گھر پر بھی آئیں گے یوں ہی چھپ کر رسالوں میں

مرا بچپن مرا بچپن کہاں ڈھونڈوں کہاں ڈھونڈوں
مرا بچپن کہیں گم ہو گیا ہے پچھلے سالوں میں

ہمیں تو چھوڑیئے ہم بھی بھلا دانا کہاں کے تھے
جو دانا تھے وہ آئے کیسے کیسے تیری چالوں میں

جھکا کر اپنی آنکھیں اور آنچل ڈال کر سر پر
چلے آئے وہ اکثر خواب میں میرے خیالوں میں

تمھیں جو مجھ سے کہنا ہے وہ کیوں کہہ ہی نہیں دیتے
فقط الجھے ہوئے ہو دیر سے میرے سوالوں میں

سدا رہزن نے لُوٹا شب کی تاریکی میں لوگوں کو
ہمیں لُوٹا ہے رہبر نے سدا دن کے اجالوں میں

قدیرؔ اِس زندگی کا نشہ بھی ہے کس قدر پیارا
بڑی تلخی سہی اِس زندگانی کے پیالوں میں





لوگ جتنے بھی مِلے ہم کو سیانے نکلے
ایک ہم ہیں کہ فقط تیرے دیوانے نکلے

○

یہ زیست مِرے دوست بُری اتنی نہیں ہے
غم لاکھ سہی اِس میں مگر پھر بھی حسیں ہے

تم ہی ذرا سوچو کہ وہ کِس درجہ حسیں ہے
خم جس کی عبادت کے لیے میری جبیں ہے

وہ یاد کبھی کر کے یہاں میری وفا کو
ہوں گے بڑے بےچین مجھے اتنا یقیں ہے

مَیں نے مِری خودداری کی یوں لاج تو رکھ لی
ظاہر نہیں ہونے دیا دل میرا حزیں ہے

جھانکو تو قدیرؔ اپنے ہی اندر اُسے ڈھونڈو
وہ دل میں تمھارے ہے رگِ جاں کے قریں ہے

○●○



○

کس نے در میرا کھٹکھٹایا ہے
کوئی جھونکا ہوا کا آیا ہے

اب تو بے جا ہے شکوئ غیروں کا
جب ستم دوستوں نے ڈھایا ہے

اہل تھے ہم ہی اس لئے غم کو
بڑھ کے اپنے گلے لگایا ہے

جانے کیا شئے تھی تیری آنکھوں میں
ایک نشّہ سا مجھ پہ چھایا ہے

دیکھ کر آنکھ میری بھر آئی
جب کوئی پھول مسکرایا ہے

بھولنے والے یہ بتا دینا
کیسے تو نے مجھے بھُلایا ہے

آئینہ پوچھتا ہے مجھ سے قدیر
کون دل میں مرے سمایا ہے

○●○



## ( تمام تر مطلعوں پر مشتمل )

کوئی حَسین غزل اُن کو مَیں سنا دوں گا
پھر اُن کے ہاتھ میں اک آئینہ تھما دوں گا

مَیں اپنے شعروں سے جذبات کو جگا دوں گا
کہ شاعری سے سدا روح کو غذا دوں گا

مَیں لُٹ کے بھی ترِی آبادی کی دعا دوں گا
کسی طرح ترِے احسان کو چُکا دوں گا

مَیں بے نیازی کا تجھ کو سبق پڑھا دوں گا
قلندری کا قرینہ تجھے سِکھا دوں گا

متاعِ زیست سبھی اُن پہ مَیں لُٹا دوں گا
قدیرؔ اُن کو وفا آشنا بنا دوں گا

○

آپ سے شکوئ شکایت مرا دستور نہیں
مسکرا بھی نہ سکوں اتنا بھی مجبور نہیں

تیر ترکش میں مرے اور بہت ہیں لیکن
آپ پر تیر چلانا مجھے منظور نہیں

آپ کو دیکھ کے اکثر یہ یقیں ہوتا ہے
میری منزل مری نظروں سے بہت دور نہیں

یہ الگ بات کے قائل ہیں مرے فن کے سبھی
یہ الگ بات کہ میں آپ سا مشہور نہیں

یہ بھی سچ ہے کہ یہاں ہم بھی انا رکھتے ہیں
یہ بھی سچ ہے کہ قدیرؔ آپ سا مغرور نہیں

●



پھول سے چاند سے سورج سے صبا سے پہلے
حسن کب حسن تھا اک میری وفا سے پہلے

ابتدا ہی کی خطا کا ہے تسلسل جاری
درد و غم تھا کہاں انساں کی خطا سے پہلے

تو مرے حال سے واقف ہے بھلا کیا مانگوں
تو جو چاہے تو عطا کردے دعا سے پہلے

گر خوشی ہے تری کرلوں گا سزا کو بھی قبول
کیا خطا ہے مری بتلادے سزا سے پہلے

وہ جو چاہے وہی ہوتا ہے جہاں میں ہر دم
کوئی پتّہ بھی نہیں ہلتا رضا سے پہلے

آب ہو باد ہوا آتش ہو کہ ہو خاک قدیر
زندگی کب تھی یہاں میری انا سے پہلے

○

ہے نقشِ پائے جنوں اب یہاں وہاں میرا
زمین میری ہے ہر سمت آسماں میرا

مجھے حصارِ وطن میں نہ قید کر کے رکھو
جہاں کا درد ہے مجھ میں کہ ہے جہاں میرا

تھے جتنے دوست وہی بن گئے رقیب مرے
بس ایک دل رہا لے دے کے رازداں میرا

میں آدمی ہوں خطا مجھ سے ہو نہ جائے کہیں
کہ بار بار نہ لے ہائے امتحاں میرا

قدیرؔ ہو گیا ہم راہ جب بھی کوئی غم
تو ساتھ ساتھ رہا جذبہ ء جواں میرا

●

○

مرا عزم بھی دیکھ کیا چاہتا ہوں
ترے دل میں میں راستہ چاہتا ہوں

مجھے اب خودی کی ضرورت نہیں ہے
تری بے خودی کا نشہ چاہتا ہوں

مجھے سانس لینا ہے اب ساتھ تیرے
ترے شہرِ دل کی فضاء چاہتا ہوں

میں گرنے لگا ہوں نگاہوں میں اپنی
نظر کا تری آسرا چاہتا ہوں

مجھے مفت خوری کی عادت نہیں ہے
میں محنت کی اپنی غذا چاہتا ہوں

○

کبھی اِس کی ہے دِوانی کبھی اُس کی ہے دِوانی
بڑی بے وفا ہے دنیا ہے مگر بڑی سیانی

مَیں صداقتوں کا حامی تُو منافقت کا پیکر
بَھلا کیسے میل کھائے تِری میری زندگانی

نہ تو کوئی ہے ٹھکانہ نہ تو کوئی میرا گھر ہے
مجھے در بہ در پھرائے یہاں میری بے مکانی

وہ ہمارے یار ہی تھے وہ ہمارے پیار ہی تھے
ہے پرانا یہ فسانہ ہے پرانی یہ کہانی

ہے یہ دل ازل سے غازی نہ شکست کھا سکے گا
کبھی اہلِ زر کی مجھ پر نہ چلے گی حکمرانی

وہی سین کٹ گئے ہیں کہ تھا رول جن میں تیرا
بڑی پھیکی ہوگئی ہے مِری فلم کی کہانی

اے قدیرؔ مجھ کو کیا ڈر کسی اہلِ زر کے شر کا
مِرے سر پہ اک خدا کی ہے سدا سے پاسبانی

●

○

حادثوں سے نگاہیں ملاتے رہے
وہ ہمیں ہم انھیں آزماتے رہے

زندگی تجھ کو اپنا سمجھ کر یہاں
بوجھ تیرا۔ خوشی سے اٹھاتے رہے

ہم کو آنسو بہانا نہ آیا کبھی
چوٹ کھاتے رہے مسکراتے رہے

سوزِ غم کے سوا کیا بلا ہے ہمیں
رات بھر شمعِ دل ہم جلاتے رہے

بیٹھ کر ہم ندی کے کنارے یونہی
ریت کا اک گھروندہ بناتے رہے

شعر کہہ کہہ کے خونِ جگر سے قدیرؔ
آتشِ دل سبھی کی بجھاتے رہے

●

آپ کیا مسکرانے لگے
میری ہمت بڑھانے لگے

غم زدہ ہم تھے رونا پڑا
اشک وہ کیوں بہانے لگے

ساتھ خوشیوں کے ہم کیا ہوے
غم بھی آنکھیں دِکھانے لگے

تھے تماشائی باہر جو غم
اب وہ گھر میں بھی آنے لگے

آپ سے جب ہوئی دوستی
گیت خوشیوں کے گانے لگے

طور کی خیر ہو اے قدیرؔ
اب وہ جلوہ دِکھانے لگے



میں کہاں کہاں سے گزرا تری دوستی کی خاطر
میں نے زندگی گنوا دی تری زندگی کی خاطر

ترے حسن سے زیادہ ہے عمل تری ادا کا
میں نے دل دیا ہے تجھ کو تری سادگی کی خاطر

یہ زمیں سے آسماں تک تیرا نام لکھ دیا ہے
میں نے بت تمام توڑے تری بندگی کی خاطر

تمھیں کیا سناؤں یارو میری زندگی کا قصہ
کئی میں نے غم اٹھائے فقط اک خوشی کی خاطر

مرے اشک گر نکلتے تو تجھے بھی کرتے رسوا
میں تڑپ کے مسکرایا تری زندگی کی خاطر

یہ جہاں کا کیا ہے چھوڑو میں تو دل سے اپنے خود ہی
سدا دشمنی ہی کی ہے تری دوستی کی خاطر

مرا سارا گھر لُٹا ہے تو پتہ چلا ہے مجھ کو
مرا لُٹ گیا ہے سب کچھ کسی اجنبی کی خاطر

ترے رخ پہ ہو اداسی مجھے یہ نہیں گوارا
میں جہاں کا درد سہہ لوں تری اک ہنسی کی خاطر

میں جو ساتھ ہوں ترے اب تجھے تیرگی کا کیا غم
میں قدیرؔ دل جلادوں ابھی روشنی کی خاطر



رات بھر جس طرح شمع جلتی گئی
زندگی لمحہ لمحہ پگھلتی گئی

دیکھ کر بارہا میرا عزمِ بقاء
موت اپنا ارادہ بدلتی گئی

مسکرا کر جو دیکھا مجھے آپ نے
میری آنکھوں میں اک شمع جلتی گئی

پیدا ہوتی گئی اک نئی آرزو
جب بھی کوئی تمنّا نکلتی گئی

زندگی نام اُس کا ہی لے کر قدیرؔ
انقلابوں کی راہوں پہ چلتی گئی



تھام کے انگلی مِری چنچل زمانہ چل گیا
آیا جب چلنا اُسے کہہ کر مجھے پاگل گیا

میری سانسوں میں ہے باقی آج تک خوشبو وہی
جس کو تو مدت ہوئی میرے بدن پر مَل گیا

سوکھے پتّے کو ہوا نے چھیڑ کر کچھ یوں کہا
تم اکیلے بچ رہے ہو سارا جنگل جل گیا



میں آئینہ ہوں رخِ انتخاب رکھتا ہوں
ہر اک سوال کا تیرے جواب رکھتا ہوں

اندھیرے لاکھ سہی مات ان کو دے دوں گا
میں اپنی فکر میں اک آفتاب رکھتا ہوں



غیر کوئی بھی نہ ہو سب کو میں اپنا دیکھوں
غم کے سائے میں بھی ہر شخص کو ہنستا دیکھوں

یہ الگ بات کہ وعدہ نہیں تیرا مجھ سے
یہ الگ بات کہ ہر دم ترا رستہ دیکھوں

ہیں زمانے میں حسیں اور بھی چہرے لیکن
دل یہ کہتا ہے فقط تیرا ہی چہرہ دیکھوں

اب کے آنا تو کبھی لوٹ کے پھر مت جانا
مجھ میں ہمت ہی نہیں ہے تجھے جاتا دیکھوں

کہیں افسانہ نہ بن جائے قدیرؔ اِس ڈر سے
سب کی نظروں سے بچا کر تجھے تنہا دیکھوں

○

بینائی میری بڑھ گئی تصویر دیکھ کر
نغمہ مچل اُٹھا تری تحریر دیکھ کر

دانش وری کا دعویٰ تو لیڈر کو ہے مگر
پڑھ بھی نہیں سکا مری تقریر دیکھ کر

مَیں جا سکا نہ چھوڑ کے شہرِ وفا ترا
اُلجھے ہیں پاؤں زلف کی زنجیر دیکھ کر

تیرا سراپا دیکھ کے شرمایا چاند بھی
سورج بھی بُجھ گیا تری تنویر دیکھ کر

شکویٰ مَیں اُس کی دوری کا کیسے کروں بھلا
وہ ساتھ ساتھ ہے میری تدبیر دیکھ کر

دنیا کے قافلے میں ہوں شامل قدیرؔ میں
رہبر برائے نام ہیں ، راہ گیر دیکھ کر



سب مسیحاؤں کو دروازے سے ٹالا ہم نے
ان کے زخموں کو بڑے لاڑ سے پالا ہم نے

وقت کی موجیں ڈبوئیں گی بھلا کیا ہم کو
کتنے طوفانوں کو سینے پہ سنبھالا ہم نے

تیری باتوں کو بھی شعروں کا ترنم دے کر
اپنے گیتوں میں بڑے پیار سے ڈھالا ہم نے

تیرگی ہوگئی خود آپ ہی شرمندہ قدیرؔ
اپنے زخموں سے کیا ہے جو اجالا ہم نے



بجا درست غمِ زندگی عدو نے دیا
مگر وہ زخم جو اپنوں کی گفتگو نے دیا

یہ مَیں نے مانا کہ غم میری آرزو نے دیا
مگر فریب مجھے تیری گفتگو نے دیا

ہمیشہ ہوش اُڑا لے گئی نظر اُس کی
کبھی نشہ بھی مجھے اُس کے رنگ و بُو نے دیا

مِلا جو ہنس کے کوئی اُس کا ہو گیا ہوں مَیں
ہنر ہنسی کا مجھے میرے ہی عدو نے دیا

مِلا جو حوصلہ تیمور کو قدیر نیا
بڑا سبق اُسے چیونٹی کی جستجو نے دیا



مَیں ادھورا ہوں تو پھر کردیجئے کامل مجھے
دے کے اپنا درد سارا کیجئے اہلِ دل مجھے

تیر نظروں کے چلا کر کر دیا بسمل مجھے
لگ رہا ہے اور بھی پیارا مرا قاتل مجھے

اس بھرے طوفاں میں کشتی کا سہارا آپ ہیں
آپ مل جائیں تو سمجھوں مل گیا ساحل مجھے

باعثِ رسوائی میری ہوگئی اس کی ادا
ہائے اس کا دیکھ لینا برسرِ محفل مجھے

آپ کی نظروں کی اس کو کیا کمک ملنے لگی
اب ڈرانے بھی لگا ہے خود میرا دل مجھے

یہ مری ماں کی دعاؤں کا یقیناً ہے اثر
بیٹھنے کے کردیا ہے چار میں قابل مجھے

ہے بھروسہ مجھ کو اپنے عزمِ محکم پر قدیرؔ
میں جو بھٹکوں خود پکارے گی مری منزل مجھے

○●○



بارے میں تیرے اہلِ ہنر کا قیاس ہے
تجھ میں سخن وری کے گلستاں کی باس ہے

اُکسا رہی ہے اب مجھے جینے کو ہر گھڑی
تیری لگن جو دل کے مِرے آس پاس ہے

ہم بھول جائیں گے تجھے مرضی ہے گر تِری
لوٹا دے دل ہمارا بھی جو تیرے پاس ہے

مِلتی بھی ہے خوشی تو فقط مجھ کو دو گھڑی
میں کیا کروں کہ غم ہی ہمیشہ سے راس ہے

اب ہم کریں تو کس پہ بھروسہ کریں قدیر
جسموں پہ سارے لوگوں کے جھوٹا لباس ہے

○

گزر نفرتوں کا اِدھر منع ہے
یہاں دل کی جلتی ہوئی شمع ہے

وہ جب سے گئے دل پہ کندہ ہے یہ
کسی کی بھی آمد یہاں منع ہے

ہوس دید کی اب مجھے ہی نہیں
سُنا ہے انھیں بھی مِری طمع ہے

سرِ شام سے تیری ایک ایک یاد
مِرے اِرد گِرد آن کر جمع ہے

اُسے مَیں نے کھویا ہے جب سے قدیرؔ
اگر ہے تو بس اُس کی ہی طمع ہے



ٹکرا گئی نگاہ تو دل چُور ہو گیا
ٹکڑے ہُوا تو اَور بھی مغرور ہو گیا

آنے سے پہلے راہ میں ہر سو تھی تیرگی
تم آگئے تو راستہ پُر نور ہو گیا

کتنا ستم ظریف ہُوا ہے یہ وقت بھی
کل تک جو میرے پاس تھا وہ دُور ہو گیا

وہ کہتے ہیں کہ بھول ہی جاؤں اِسے قدیرؔ
یہ زخم رفتہ جو ناسور ہو گیا



کیا مری چشمِ نم بھی گوارا نہیں
اب یہ آنسو بھی میرا سہارا نہیں

ہوگیا اِس قدر بیکراں میرا غم
اک سمندر ہے جس کا کنارا نہیں

تم مِلے دو گھڑی کی تسلّی مِلی
زندگی بھر کا کوئی سہارا نہیں

مَیں رہا منتظر تیری آواز کا
تُو نے تو مجھ کو لیکن پکارا نہیں

ہے اُجالے پہ اب تیرگی کا گماں
روشنی تو ہے لیکن نظارا نہیں

چشمِ تر ہیں مری آپ ہی آپ ہیں
اِس سے ہٹ کر ہمارا گزارا نہیں

ہے قدیرؔ اپنی قسمت جو ہم رو پڑے
ہنسنے والا مقدّر ہمارا نہیں

●

○

گھر کا گھر ٹوٹ گیا دل جو ہمارا ٹوٹا
تھی کوئی بات کہ اک عمر کا ناتا ٹوٹا

کھیل قسمت کا نہیں پھر تو اِسے کیا کہیے
پاس منزل کے مرے پاؤں میں کانٹا ٹوٹا

بعد تیرے مجھے خود سے بھی نہیں دلچسپی
تو جو چھوٹا تو مِرا خود سے بھی ناتا ٹوٹا

کرچیاں دھنس گئیں ساری مرے احساس میں بھی
جب چھناکے سے محبت کا پیالہ ٹوٹا

مَیں اگر خود کو سنواروں تو سنواروں کیسے
ایک مدت ہے جو تھا گھر میں وہ شیشہ ٹوٹا

سامنے کھل کے مِرے اُن کی وفا جب آئی
یک بہ یک خود ہی مرے پیار کا نشّہ ٹوٹا

دنیا ویراں ہے قدیرؔ اب مرے فن کار کی بھی
اپنی محنت سے جو بُت مَیں نے تراشا ٹوٹا

●



جب تصوّر میں ترا حُسن و جمال آتا ہے
مجھ کو رہ رہ کے مرے دل کا خیال آتا ہے

جب کبھی میری وفاؤں کا سوال آتا ہے
آپ کے چہرے پہ رہ رہ کے ملال آتا ہے

غمِ جاناں سے کوئی اور غمِ دوراں سے کوئی
لَوٹ کر گھر کو ہر اک شخص نڈھال آتا ہے

گھر کو لَوٹے تو ملے گا اُسے آرام بہت
ہر مسافر کو سفر میں یہ خیال آتا ہے

جب کسی نیتا سے مِلنا تو سنبھل کر مِلنا
آج ہر نیتا بچھائے ہوئے جال آتا ہے

ڈوب جاتا ہے تو یہ پھر سے اُبھرنے کے لئے
کون کہتا ہے کہ سورج کو زوال آتا ہے

تنگ دل تنگ نظر سے نہیں رشتہ اپنا
ہم کو معلوم ہے کب کس میں اُبال آتا ہے

ان سے ملنے کی تمنّا میں قدیرؔ اِس دل کو
زندگی ملتی ہے جب ذکرِ وصال آتا ہے

○●○

☆

○

دل ربا دل نشیں اے حسیں
میری غزلوں کی تُو ہے زمیں

اپنے وعدے کو کل پر نہ ٹال
آج ہے، کل کا کیا ہے یقیں

چھین لیتے ہیں اوسان وہ
جس کو کرتے ہیں اپنے قریں

دل کو ہونے لگا جب سکوں
بڑھ گئی درد کی لَو وہیں

تو بلندی پہ نازاں نہ ہو
تجھ کو جانا ہے زیرِ زمیں

پوچھ اُس کی نہ ویرانیاں
جس مکاں میں نہیں ہیں مکیں

جان لے لے گی اک دن قدیرؔ
اُن کی ہر بات پر یہ نہیں

●



شکل و صورت ہے تیری سجل
تیرا پرتَو ہے میری غزل
کوئی تشبیہ موزوں نہیں
چاند ہو تاج ہو یا کنول

اُس کی تعریف کیسے کروں
جس کا کوئی نہیں ہے بدل
زندگی کی طرح داریاں
یاد میں ہیں تری سب خلل

تَو یہ دنیا سمجھ جائے گا
اپنے اندر سے باہر نکل
تیرے آگے غزل کیا پڑھوں
سر سے پا تک ہے جب تُو غزل

اے قدیرؔ اُس نے لُوٹا مجھے
شکل میں راہ بر کی تھا کل



ترا یہ چہرا جو اک ماہتاب جیسا ہے
مری نگاہ میں جامِ شراب جیسا ہے

شبوں کو تُو ہی نہیں جاگتا اکیلے میں
مرا حساب بھی تیرے حساب جیسا ہے

مجھے جو اپنا کہا ہے تو پھر حجاب ہے کیوں
ترا حجاب بھی ظالم نقاب جیسا ہے

مَیں اپنے آپ کو رکھتا ہوں رو بہ رو سب کے
کہ حال مُیرا کھُلی اک کتاب جیسا ہے

ترے بغیر زمانے میں جی نہیں لگتا
یہ زندگی کا سفر اک عذاب جیسا ہے

ہمارے تھے وہ کبھی ہم بھی تھے کبھی اُن کے
زمانہ گزرا یہ قصّہ بھی خواب جیسا ہے

مَیں کب سے یوں ہی بھٹکتا ہوں راہ میں تیری
تِرا حساب تو کوئی سراب جیسا ہے

ڈھلا ہے حُسن جو اُس کا مِری غزل میں قدیرؔ
مِرا کلام بھی اُس کے شباب جیسا ہے

○●○



ساری آنکھوں میں حسیں تیری مثالی آنکھیں
ہم نے دیکھی ہی نہیں ایسی نرالی آنکھیں

بات دل کی نہ کہیں خود ہی عیاں ہو جائے
اس لئے اس نے جھکالی ہیں غزالی آنکھیں

ہیں کئی راز ان آنکھوں میں چھپے تب ہی تو
اس نے آنکھوں پہ چڑھالی ہیں یہ کالی آنکھیں

دولتِ ہوش مری لے ہی چکی ہیں کب کی
مانگتی کیا ہیں سِوا تیری سوالی آنکھیں

ان کو دیکھوں تو ہو معراج ان آنکھوں کی قدیرؔ
ورنہ بے فیض ہیں بے کار ہیں خالی آنکھیں

○

(تمام تر مطلعوں پر مشتمل)

رخ پہ تل کا نشان حُسن کی جان ہے
جیسے دولت کا تیری نگہہ بان ہے

تُو مری جان ہے میرا ایمان ہے
زندگی کا مری تو ہی عنوان ہے

کون کہتا ہے وہ مجھ سے انجان ہے
اک حیا درمیاں اپنے ہر آن ہے

اُن کے جلووں میں کچھ اس قدر شان ہے
آئینہ دیکھ کر خود بھی حیران ہے

تیرے ہونٹوں پہ جو تازہ مسکان ہے
کھلتی کلیوں میں اتنی کہاں جان ہے

اُس کے آنے کا اب بھی کچھ امکان ہے
اے قدیرؔ اب بھی آنکھوں میں کچھ جان ہے

○●○



چاندنی میں جناب کی باتیں
ماہ- سے ماہتاب کی باتیں

تیرے حسن و شباب کی باتیں
جیسے جام و شراب کی باتیں

پیار چاہت خلوص قربانی
رہ گئی ہیں کتاب کی باتیں

منزلِ عشق کے مسافر سے
پوچھیے کیا سراب کی باتیں

سلسلہ زندگی کا ہے گویا
یہ سوال و جواب کی باتیں

اُن کی نظروں سے ہم نے پی لی ہے
ہیچ ہیں اب شراب کی باتیں

بندگی میں قدیر کیا معنی
یہ عذاب و ثواب کی باتیں



جوں توں کر کے دن تو گزرا کیوں کر گزرے رات کہو
دل کو مِرے آرام مِلے کچھ ایسی کوئی بات کہو

ایسی ویسی باتیں کہہ کر چھوٹا مت کرنا خود کو
تم کو کہنا جب بھی ہو سنو باتوں کی اک بات کہو

تم نے حکومت جسموں پر کی ہم نے دِلوں کو رام کیا
یہ بازی تو ہم نے جیتی چاہے اِس کو مات کہو

جب جی چاہا ناتا توڑا مجبوری کے عنواں سے
جھوٹی الفت ہے یہ اِس کو چاہو تو حالات کہو

اُن کی یادوں کی باراتیں اُن کے غم کی سوغاتیں
اِن زخموں کو گلشن سمجھو اشکوں کو برسات کہو

صبحِ نَو کی خواہش لے کر سورج کی رہ تکتا ہوں
اور قدیرؔ اب کتنی باقی ظلمت کی ہے رات کہو



تیری زلفوں سے لڑ گئی ہے رات
میرے جھگڑے میں پڑ گئی ہے رات

اُن کا وعدہ ہے صبح مِلنے کا
میرے رستے میں اَڑ گئی ہے رات

اُن کی محفل ہے ذکر اُن کا ہے
اچھی صحبت میں پڑ گئی ہے رات

کالے دھندے جو دن کے دیکھے ہیں
مارے غیرت کے گڑ گئی ہے رات

ساتھ تیرے تو خوب صورت تھی
اب تو کتنی بِگڑ گئی ہے رات

شہر سُونا ہے سُونی سڑکیں ہیں
ہائے کتنی اُجڑ گئی ہے رات

مِل کے جب بھی بچھڑ گئی تم سے
زندگی سے بچھڑ گئی ہے رات

○

مارو پتھر ذرا سوچ کر
دل بھی ہوتے ہیں شیشے کے گھر

لفظ نشتر بھی ہیں پھول بھی
گفتگو کر ذرا سوچ کر

دھوپ میں ہم کو چلنا ہے اب
عشق کی راہ ہے بے شجر

تجھ سے مل کے مجھے خود سے بھی
دشمنی ہوگئی کس قدر

میں ادھورا ہوں تیرے بِنا
تیری عادت ہوئی اِس قدر

ساتھ میرے وہ جب بھی ہوئے
ہوگئی وہ گھڑی مختصر

ایک تیرے چلے جانے سے
سُونی سُونی سی ہے رہ گزر

زندگی ہے بڑی بے وفا
زندگی کا بھروسہ نہ کر

زندگی سخت جاں ہے قدیرؔ
موت آساں نہیں اِس قدر

●



اک تمہارا نام جب سے حرکتِ دل ہو گیا
ذہن میرا بھی زمانے بھر سے غافل ہو گیا

آئینے کے اک حسیں مدِّ مقابل ہو گیا
اب کے گویا رو بہ رو قاتل کے قاتل ہو گیا

تجھ سے پہلے ہم تو جی لیتے تھے ہنستے کھیلتے
اور اب تیرے بِنا مرنا بھی مشکل ہو گیا

ہیں نگاہِ مست میں تیری کئی خنجر چھُپے
تُو نے کیا دیکھا ہمارے دِل کو بسمل ہو گیا

ساری شوخی ساری مستی ساتھ اُن کے اٹھ گئی
کتنا پھیکا پھیکا اب یہ رنگِ محفل ہو گیا

کہہ دیا تھا جیسے موجوں نے کناروں سے قدیرؔ
اس لئے طوفان بڑھ کے خود ہی ساحل ہو گیا

○

پار دریا کے ہو گیا کوئی
میری نیاّ ڈبو گیا کوئی

میٹھے میٹھے سے درد کا پودا
دل کی دھرتی میں بو گیا کوئی

شعر پڑھتا ہی رہ گیا مَیں تو
میرے شعروں میں کھو گیا کوئی

تم مِرا انتظار کر لینا
دور یہ کہہ کے ہو گیا کوئی

اب نہ کیوں کر قدیر ہو گھائل
دل میں خنجر چبھو گیا کوئی

●



ہیں اور جو شہرت کے خریدار ہوئے
ہم لوگ تو اِس دور کے فن کار ہوئے

اب اہلِ سخن اہلِ نظر بکتے ہیں
اس شہر میں کیا کیا نئے بازار ہوئے

کیا پیش کروں اپنی صفائی کے لئے
پتھر بھی تو اب تیرے طرف دار ہوئے

پڑھتا ہے بڑے غور سے ہر ایک ہمیں
ہم لوگ بھی جیسے کوئی اخبار ہوئے

کیا کیا نہ مِلا دنیا کو رحمت سے تِری
اک ہم ہی فقط تیرے طلب گار ہوئے

باطل کا گلا کاٹ دیا ہے ہم نے
حق کے لیے ہم ہی سدا تلوار ہوئے

جیتے نہیں مانگے کے اجالے میں قدیرؔ
ہم لوگ ہی اِس دور میں خوددار ہوئے

○●○

○

ہر شخص کہہ رہا ہے اُس کی ہے سب خدائی
اب عام ہو چکی ہے دنیا میں خود ستائی

کوئی نہیں ہے میرا تیرے سوا جہاں میں
اک تیری آرزو تھی جو مجھ کو کھینچ لائی

محفل سے تیری اکثر میں تشنہ لب ہی آیا
میری انا نے یوں ہی رہ رہ کے چوٹ کھائی

ملتی نہیں ہے تسکین مجھ کو کسی بھی کروٹ
اب یاد نے بھی تیری کی مجھ سے بے وفائی

سب نے سنا قدیرؔ اب افسانہ ہو گیا ہے
بھر آئی آنکھ سب کی جب سے ہوئی جدائی

○●○

○

دیکھنے کی جن کو خواہش ہے وہی میلے نہیں
جن میں بچوں کے کھلونے تک بھی تو سستے نہیں

لوگ وہ جن کی یہاں فکر و نظر میں ہے کمی
اہلِ دانش کی نگاہوں میں کبھی اونچے نہیں

منزلِ مقصود پر رکھتے ہیں یہ اپنی نظر
اہلِ ہمت راہ میں ہرگز کہیں رُکتے نہیں

جھوٹ کہنا عمر بھر جن لوگوں کا شیوہ رہا
حق پرستوں کے قبیلوں میں کہیں ملتے نہیں

انقلاباتِ زمانہ کے ہیں وہ ہیرو قدیرؔ
ظلمِ جابر کا کسی بھی ڈر سے سہتے نہیں

●



گھر کی جو کفالت ہے
یہ بھی تو عبادت ہے

ہر جام سے ہونٹوں تک
اک لمبی مسافت ہے

آنچل کا ڈھلکنا بھی
موسم کی شرارت ہے

پستی ہے مکینوں میں
اونچی تو عمارت ہے

تنہائی میں جینے کا
ہر لمحہ قیامت ہے

منصف ہے یہاں مجرم
یہ کیسی عدالت ہے

طوفاں سے تدبیر اپنی
دیرینہ رفاقت ہے



تجھ سے نہ کبھی اپنی چاہت کا صلہ مانگوں
مانگوں تو سدا تیری خوشیوں کی دعا مانگوں

مَیں بھیک کے شعلے سے دیپک نہ جلاؤں گا
اِس سے ہے یہی بہتر ہرگز نہ ضیاء مانگوں

مجبور ازل سے ہے تُو دہر میں اے انساں
ہے پاس بھی کیا تیرے اب تجھ سے میں کیا مانگوں

اب جرم ہی ٹھہرا ہے سچ بات کا کہنا بھی
سچ بات تو کہہ دی ہے رہ رہ کے سزا مانگوں

یہ آج جو قاتل ہے تھا دوست بھی کل اپنا
اب اس سے بھَلا کیسے مَیں خوں کا صلہ مانگوں

بچپن تھا قدیرؔ اپنا اب غیر ہوا یہ بھی
کھوئے ہوئے بچپن کا کس کس سے پتہ مانگوں



گھاؤ ہیں یہ زندگی کی مار کے
جو تڑپتے ہیں بدن افکار کے

جب کے اپنے ہی مخالف ہو گئے
کیا گِلے کیجیے بھَلا اغیار کے

کیا غضب ہے چند سکّوں کے عوض
بِک رہے ہیں اب قلم فنکار کے

چہرے پڑھئے کیفیت لکھّی ہے سب
یہ تراشے ہیں کسی اخبار کے

اُس گلی میں بے سبب کیوں جائیے
جس گلی میں ہیں مکاں اغیار کے

گفتگو ہے جن میں اُن کی اے قدیرؔ
تذکرے ہیں اب انھیں اشعار کے



آگہی ہے کبھی بے خودی ہے غزل
زندگی زندگی زندگی ہے غزل

مے کدے میں تو جادو جگاتی ہے یہ
خانقاہوں میں بھی جھومتی ہے غزل

کردیا رو بہ رو آئینے کے انھیں
اُن کے آگے جو مَیں نے پڑھی ہے غزل

اِس کے حسنِ سماعت میں ہے دلبری
غم کے ماروں کا غم بانٹتی ہے غزل

اس کی زلفوں کا ہر اہلِ دل ہے اسیر
سب کے سر چڑھ کے خود بولتی ہے غزل

سُن کے میری غزل وہ بھی کہنے لگے
ہے مرا روپ یا آپ کی ہے غزل

اُن سے جی بھر کے باتیں کریں گے قدیرؔ
گفتگو کے لئے ہی بنی ہے غزل

○

غزل میں میر و غالب کی محبت کے حوالے ہیں
تمھاری ہی ادائیں ہیں تمھارے ہی مقالے ہیں

ہمارے رہبرانِ قوم سارے دیکھے بھالے ہیں
لباس ان کے تو ہیں اجلے مگر یہ دل کے کالے ہیں

ہمارے دیس کے نیتا جہاں بھر میں نرالے ہیں
حوالے ہی حوالے ہیں گھٹالے ہی گھٹالے ہیں

اندھیرے لاکھ گھیرے ہوں ہمیں ڈر کیا ہے ظلمت کا
ہمارے ساتھ تو تیری ہدایت کے اجالے ہیں

نہ لا پائے کوئی بھی حل تمھاری بے وفائی کا
سمندر پیار کے اب تک بہت ہم نے کھنگالے ہیں

مَیں تم سے بات کرنے کو انہی میں چھپ کے آیا ہوں
تمھاری میز پر اردو ادب کے جو رسالے ہیں

یہاں مجرم ہی منصف ہیں عدالت بھی انہی کی ہے
قدیرؔ ان سے توقع کیا یہ کب انصاف والے ہیں

○●○

○

ساون کی جھڑی ہے چلی آ آنکھ کے گھر میں
بارش کا سماں بھی ہے مرے دیدۂ تر میں

رشتہ ہی نہیں کوئی منافق سے ہمارا
رہتا ہے ہمیشہ وہ اگر اور مگر میں

چلنا ہے اگر ساتھ مرے چلیے سنبھل کر
رستے ہیں سبھی تنگ یہاں سچ کے نگر میں

اک تیرا ہی منظر مری آنکھوں میں بسا ہے
ویسے تو حسیں اور بھی منظر تھے نظر میں

رہبر مجھے خود بننا پڑا آخرش ان کا
گمراہ مسافر تھے مرے ساتھ سفر میں

باطل سے قدیرؔ اپنا بھلا واسطہ کیا ہے
رہتا ہوں یہاں مَیں تو فقط حق کے اثر میں



بُغض و عناد کے ہیں نہ تو دشمنی کے ہیں
زخمِ جگر تو میرے تری دوستی کے ہیں

ملتا جو تیرا ساتھ تو رہتے سکون سے
یہ رتجگے جو میرے ہیں تیری کمی کے ہیں

جو چھوٹے منھ سے بات بڑی کر رہے ہیں لوگ
جھگڑے انا کے سارے ہی کم آگہی کے ہیں

اللہ کا کرم ہے تو صدقہ رسولؐ کا
چرچے ہر ایک سمت مری شاعری کے ہیں

○●○

○

زعم اُس شخص کو نسب کا ہے
آسرا مجھ کو میرے رب کا ہے

ویسے برسوں ہوئے بچھڑ کے اُسے
پھر بھی لگتا ہے قصّہ اب کا ہے

باتوں باتوں میں کر دیا گھایل
اُس کا لہجہ بڑے غضب کا ہے

دن گزرتا نظر نہیں آتا
اُن کا وعدہ جو آج شب کا ہے

ہے جو شاعر قدیر انصاری
خود وہ اپنا نہیں ہے سب کا ہے

○

غزل میں میر و غالب کی محبت کے حوالے ہیں
تمھاری ہی ادائیں ہیں تمھارے ہی مقالے ہیں

ہمارے رہبرانِ قوم سارے دیکھے بھالے ہیں
لباس ان کے تو ہیں اجلے مگر یہ دل کے کالے ہیں

ہمارے دیس کے نیتا جہاں بھر میں نرالے ہیں
حوالے ہی حوالے ہیں گھٹالے ہی گھٹالے ہیں

اندھیرے لاکھ گہرے ہوں ہمیں ڈر کیا ہے ظلمت کا
ہمارے ساتھ تو تیری ہدایت کے اجالے ہیں

نہ لا پائے کوئی بھی حل تمھاری بے وفائی کا
سمندر پیار کے اب تک بہت ہم نے کھنگالے ہیں

میں تم سے بات کرنے کو انہی میں چھپ کے آیا ہوں
تمھاری میز پر اردو ادب کے جو رسالے ہیں

یہاں مجرم ہی منصف ہیں عدالت بھی انہی کی ہے
قدیرؔ ان سے توقع کیا یہ کب انصاف والے ہیں

●

۱۷۲

○

ساون کی جھڑی ہے چلی آ آنکھ کے گھر میں
بارش کا سماں بھی ہے مرے دیدۂ تر میں

رشتہ ہی نہیں کوئی منافق سے ہمارا
رہتا ہے ہمیشہ وہ اگر اور مگر میں

چلنا ہے اگر ساتھ مرے چلیے سنبھل کر
رستے ہیں سبھی تنگ یہاں سچ کے نگر میں

اک تیرا ہی منظر مری آنکھوں میں بسا ہے
ویسے تو حسیں اور بھی منظر تھے نظر میں

رہبر مجھے خود بننا پڑا آخرش ان کا
گمراہ مسافر تھے مرے ساتھ سفر میں

باطل سے قدیرؔ اپنا بھلا واسطہ کیا ہے
رہتا ہوں یہاں میں تو فقط حق کے اثر میں



بُغض و عناد کے ہیں، نہ تو دشمنی کے ہیں
زخمِ جگر تو میرے، تری دوستی کے ہیں

مِلتا جو تیرا ساتھ تو رہتے سکون سے
یہ رتجگے جو میرے ہیں تیری کمی کے ہیں

جو چھوٹے منھ سے بات بڑی کر رہے ہیں لوگ
جھگڑے انا کے سارے ہی کم آگہی کے ہیں

اللہ کا کرم ہے تو صدقہ رسولؐ کا
چرچے ہر ایک سمت مِری شاعری کے ہیں

○●○

○

زعم اُس شخص کو نسب کا ہے
آسرا مجھ کو میرے رب کا ہے

ویسے برسوں ہوئے بچھڑ کے اُسے
پھر بھی لگتا ہے قصّہ اب کا ہے

باتوں باتوں میں کر دیا گھایل
اُس کا لہجہ بڑے غضب کا ہے

دن گزرتا نظر نہیں آتا
اُن کا وعدہ جو آج شب کا ہے

ہے جو شاعر قدیرؔ انصاری
خود وہ اپنا نہیں ہے سب کا ہے



زر کا کہیں ڈگری کا نشہ بول رہا ہے
ہر شخص یہاں خود سے سِوا بول رہا ہے

اسٹیج پہ جو شخص کھڑا بول رہا ہے
اپنا نہیں وہ میرا لکھا بول رہا ہے

اِس دور کے انساں کی نمائش ذرا دیکھو
کھوٹا ہے مگر خود کو کھرا بول رہا ہے

جو شخص بڑا ہے وہ بڑا خود نہیں کہتا
چھوٹا ہے ، وہ جو خود کو بڑا بول رہا ہے

○●○



○

بھلی بہت ہے ادا اُس کے روٹھ جانے کی
کروں میں بات کوئی اب اُسے منانے کی

یہی تو خاص صفت ہے مِرے گھرانے کی
کبھی نہ بات کبھی کوئی دِل دُکھانے کی

کہا جو سچ تو خفا ہوگیا ہے مجھ سے بہت
نہ جانے کیسی روش ہے مِرے زمانے کی

میں پورے قد سے کھڑا ہوں سخن کے میداں میں
سعی بھی ہونے لگی ہے مجھے گرانے کی

خود اپنے آپ کو پہلے خیال میں رکھّو
پھر اُس کے بعد کرو ضد مجھے مٹانے کی

خوشی میں ہو کہ ہو غم میں قدیرؔ انصاری
مِری سرشت ہے عادت ہے مسکرانے کی



عشق کی حسنِ بتاں سے دوستی ہونے لگی
تیرگی میں رفتہ رفتہ روشنی ہونے لگی

چھیڑنا تم کو بہانہ بن گیا ہے اس کے بعد
پھر زمانے سے ہماری دشمنی ہونے لگی

دیکھ کر مجھ کو اچانک سامنے لوگوں کے بیچ
ان کی صورت ہائے کیسی شبنمی ہونے لگی

جیسے جیسے مصلحت بڑھنے لگی اِس دور میں
ویسے ویسے حق پرستوں کی کمی ہونے لگی

آگ میں بے خوف مجھ کودنا جب آگیا
میرے حق میں آگ بھی گلزار سی ہونے لگی

ان کو اپنے حسن کا اندازہ کب تھا اے قدیرؔ
میرے شعروں سے انھیں خود آگہی ہونے لگی

●

○

جب بھی تیرا شباب لکھوں گا
نازکی میں گلاب لکھوں گا

درد کا جب نصاب لکھوں گا
تیرا اک اک حساب لکھوں گا

جب بھی دل کی کتاب لکھوں گا
آپ کو کامیاب لکھوں گا

غیر کے تم جو ہو گئے ہو اب
اِس حقیقت کو خواب لکھوں گا

اُن کی باتیں ہیں پُر فریب قدیرؔ
ان کو بے شک سراب لکھوں گا

●



اپنا حسنِ نظر دیکھتے رہ گئے
آئینہ "باخبر" دیکھتے رہ گئے

بہہ گئی زندگی ساری جذبات میں
اور سبھی دیدہ ور دیکھتے رہ گئے

تھی تو بس سادگی تھی ترے حسن میں
ہم ہی تھے خوش نظر دیکھتے رہ گئے

مَیں نے آواز دی ڈوبتے ڈوبتے
اہلِ ساحل مگر دیکھتے رہ گئے

بن گئے ہم سفر جب مرے راہ زن
خود نما راہ بر دیکھتے رہ گئے

وقت پیچھے انھیں چھوڑ کر بڑھ گیا
جو اِدھر اور اُدھر دیکھتے رہ گئے

اے قدیرؔ آپ کو شاعری لے اُڑی
ہم تھے اہلِ نظر دیکھتے رہ گئے



بنائے رکھوں گا جب تک بسر نہیں جاتا
تمھارا سودا جو سر سے اتر نہیں جاتا

مرے خدا کا کرم ہے ملی انا ایسی
میں بن بلائے کسی کے بھی گھر نہیں جاتا

وہ جب سے موجِ تلاطم سے بچ کے نکلا ہے
اب اس کے دل سے سمندر کا ڈر نہیں جاتا

مجھے پلائی تھی آنکھوں سے میرے ساقی نے
خمار ایسا ہے اس کا اثر نہیں جاتا

مرا ضمیر ہے زندہ قدیرؔ دعوت میں
کبھی کسی بھی منافق کے گھر نہیں جاتا



اس کی تائید کو ہرگز نہ محبت سمجھو
تم ہو انسان تو انسان کی عادت سمجھو

ہم پہ الزام لگانا ہو لگا لو لیکن
پہلے خود کیا ہو ذرا اپنی حقیقت سمجھو

جو بھی قاتل ہیں وہ انسان نہیں ہو سکتے
تم ہو انسان تو انسان کی قیمت سمجھو

توڑنے کے لیے ہوتا ہی نہیں دِل کوئی
اہلِ دل ہو تو ذرا دِل کی ضرورت سمجھو

سانس جب تک ہے قدیرؔ آس ہے منزل کی یہاں
رُک گئی سانس تو پھر ختم مسافت سمجھو

○

آ بھی جا
مت شرما
یوں آنچل
مت لہرا
سر میں رکھ
کچھ سودا
جھوٹی ہے
یہ دنیا
کچھ تو رکھ
دل میرا
ہم تیرے
سب تیرا
اونچا ہے
قد میرا

•

○

سر میرا
در ان کا
تو ساون
میں پیاسا
باتیں کر
شائستہ
جھوٹوں کی
ہے دنیا
سچوں سے
رکھ رشتہ
بن تیرے
گھر سونا
دل اپنا
بنجارہ

●

○

اُن کے آنے سے ہی آئے گی یہاں پر رونق
میرے کمرے کی یہ رہ رہ کے فضاء بول اٹھے

نوچ کے رکھ دے گی چہروں کی نقابیں ساری
جب مرے دور کے شاعر کی انا بول اٹھے

ظلمتیں لاکھ سہی لاکھ سہی لاکھ سہی
مات کھاتی ہیں اگر تھوڑی ضیاء بول اٹھے

ہے جوانی کا عمل ہی تو پسندیدہ عمل
آخری وقت تو ہر کوئی خدا بول اٹھے

اک زمانہ ہوا اب میرے مقابل میں قدیر
میری تعریف میں دو لفظ وہ کیا بول اٹھے

○●○



درد کی چلنے لگیں پروائیاں
اہلِ دل کی ہوں گی اب رسوائیاں

شام ہوتے ہی سوالوں کی طرح
گھیر لیتی ہیں کئی پرچھائیاں

آسماں پر اُڑنے والے اے قدیرؔ
جانتے کچھ دل کی بھی گہرائیاں

# یہ مرا احساس ہے

راہ میں قدموں تلے کچھ آ گیا
میں یہ سمجھا ہوگا روڑا ہی کوئی
جب قدم میں نے اٹھایا
میرے قدموں کے تلے
اک جسمِ مردہ تھا کوئی
میں نے دیکھا
ایک چھوٹا سا کوئی کیڑا تھا وہ
جو مجھے احساس اپنا دے گیا
جانے ایسے کتنے ہی احساس ہیں قدموں تلے
میری صورت
سب نے روندا ہوگا جسم و جاں کے ہر احساس کو
سب نے مارا ہوگا یوں ہی زندگی کی آس کو
یہ مِرا احساس ہے

# آرزو دید کی

تیرے دیدار کی
میری آنکھوں کو
مدت سے تھی آرزو
آیا جب تیرے شہر اپنی خواہش لیے
تھی ان آنکھوں میں سارے جہاں کی خوشی
اور پھر ایک دن
آرزو دید کی لے کے نکلا ہی تھا
میرے آگے یہی وقت دیوار بن کر کھڑا ہو گیا
اس سے ٹکرا کے پھر
بند آنکھیں مری ہو گئیں
اور پھر آرزو دید کی
اپنے دل میں لیے
لوٹ آیا ہوں میں اپنے ہی شہر میں

# لب بستہ

بعد مدت کے ترے گاؤں میں میں آیا ہوں
وہی برگد کا درخت
اور وہی ندیا کا کنارا
وہی لوگ
رک کے ایک اک نے ترا مجھ سے پتہ پوچھا ہے
وہ کہاں ہے جسے ہم راہ لئے آتے تھے
جی یہ چاہا کہ سنادوں میں کہانی تیری
سی دیے لب مرے اندیشہء رسوائی نے
اور میں آج بھی خاموش ہوں بس تیرے لئے

# خرابہ

مرے اے خدائے برتر
یہ زمین سب ہے تیری، ہے سب آسمان تیرا
(یہ مکان تا لامکان تیرا)
مگر اے خدائے برتر
یہ زمیں پہ بسنے والے
ابھی کر رہے ہیں جھگڑے
یہ زمین بھی ہے میری، یہ مکان بھی ہے میرا
مرے اے خدائے برتر
یہ زمین بھی ہے تیری، ہے سب آسمان تیرا

○●○

# قاتل

کتنے لمحے بیت گئے ہیں
گزر گیا ہے کتنا وقت
چلتے پھرتے سڑکوں پر
بیٹھے بیٹھے ہوٹل میں
اور یوں ہی بے کار سی باتیں چوراہے پر ٹھہرے ٹھہرے
بیت گیا ہے کتنا وقت
مَیں تو کچھ بھی پڑھ نہ سکا
اور لکھ نہ سکا کچھ کر نہ سکا مَیں
ہائے کتنا غافل ہوں مَیں
اپنے وقت کا قاتل ہوں مَیں

○●○

# جشنِ غم

چلو جشنِ غم ہی منائیں
وگر نہ یہ غم کھا نہ جائے
ذرا شورِ ہستی مچائیں
چلو جشنِ غم ہی منائیں
کچھ سنیں اور پھر کچھ سنائیں
مزا زیست کا کچھ تو آئے
چلو جشنِ غم ہی منائیں
وگر نہ یہ غم کھا نہ جائے

○●○

# اقتضا

ہاتھ دنیا سے مِلالو یارو
دوست دشمن کو بنالو اپنا
بوجھ ہستی کا اٹھالو یارو
ہاتھ دنیا سے مِلالو یارو
راہ خود اپنی نکالو یارو
بوجھ کاندھوں پہ اٹھالو اپنا
ہاتھ دنیا سے مِلالو یارو
دوست دشمن کو بنالو اپنا

○●○

# ترائیلے

اپنی دنیا میں تم کو جینا ہے
حادثوں کو گلے لگا لینا
زہر اِس زندگی کا پینا ہے
اپنی دنیا میں تم کو جینا ہے
تم کو جینے کا کچھ قرینہ ہے
ہاتھ ہر غم سے تم مِلا لینا
اپنی دنیا میں تم کو جینا ہے
حادثوں کو گلے لگا لینا

○●○



تیری صورت پر جو مَیں نے شعر کہا
شعر وہی سب لوگوں میں مشہور ہوا
آگ کا دریا ہر سو جیسے پھیل گیا
تیری صورت پر جو مَیں نے شعر کہا
مَیں نے سنایا جس کو بھی وہ جھوم اٹھا
سارا زمانہ سُن کے اسے مخمور ہوا
تیری صورت پر جو مَیں نے شعر کہا
شعر وہی سب لوگوں میں مشہور ہوا

# قطعات

○

روپ اپنا ذرا بدلنا ہے
تیر و تلوار لے کے چلنا ہے
ظلم ہوتا ہے ظلم سہنا بھی
اٹھ کے ظالم کا سر کچلنا ہے

○

سارے ذہنوں کا یہاں آج بدلنا ہو گا
سارے گرتے ہوئے لوگوں کو سنبھلنا ہو گا
چاہتے ہو جو یہاں سچی خوشی اے لوگو
حق کی بتلائی ہوئی راہ پہ چلنا ہو گا

●